بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصہ ہاروت وماروت

اور

جادو کی حقیقت

از

علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی

اردو ترجمہ

ڈاکٹر جمال الدین انصاری

نظرِ ثانی تہذیب و تبویب

عبدالرحمٰن میمن





نام کتاب : قصۂ ہاروت وماروت اور جادو کی حقیقت

مؤلف : شیخ بدیع الدین شاہ راشدی (رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ : ڈاکٹر جمال الدین انصاری

نظرثانی، تہذیب وتبویب: عبدالرحمن میمن

صفحات : ۹۲

ناشر : مکتبہ الدعوۃ السلفیہ حیدرآباد، سندھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

’’اور وہ (بنی اسرائیل) اس چیز کے پیچھے لگے جس کو سلیمان علیہ السلام کے دورِ بادشاہی میں شیطان پڑھتے رہے اور وہ کفر سلیمان علیہ السلام نے نہیں کیا، بلکہ شیطانوں (ہاروت اور ماروت) نے کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، حالانکہ یہ حکم بابل (شہر) میں دو فرشتوں پر نازل نہیں کیا گیا تھا، اور وہ دونوں ہاروت و ماروت کسی کو بھی جادو نہیں سکھاتے جب تک کہ ان کو یہ نہ کہتے تھے کہ ہم تو خود اس کفر میں مبتلا ہیں، پھر تم کافر نہ بنو، پھر ان دونوں سے لوگ ایسا علم سیکھتے جس کے سبب مرد اور اس کی بیوی کے درمیاں، جدائی کرتے تھے اور وہ اس سے کسی کو بھی اللہ کے حکم کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور وہ ایسا علم سیکھتے رہے جو ان کو نہ نقصان دیتا نہ فائدہ دیتا، بلاشک وہ بھی

جان چکے تھے کہ جو شخص اس علم کو خریدے گا، یا حاصل کرے گا تو اس کے لئے آخرت میں کوئی (اجر کا) حصہ نہیں ہے، اگر یہ جانتے ہوتے تو یہ کام جو انہوں نے اپنی جانوں کے بدلے خرید کیا ہے وہ بہت برا ہے اور اگر وہ ایمان لے آتے اور پرہیزگار بنتے تو اللہ کے ہاں ان کے لیے بہت اچھا بدلہ ہے۔ کاش! کہ وہ جانتے ہوتے۔" [1]

یعنی اس قسم کی تحریف کرنے کے باوجود وہ اپنے آپ کو سچا اور بڑا دیانتدار سمجھتے تھے اسی لئے ہر عہد و پیمان سے پھر جاتے اور جو بھی نبی آتا تھا یا کتاب اترتی تھی تو اس کو ماننے سے انکار کر دیتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں نہایت اچھی تعلیم ہے جس پر عمل کرنے سے دین و دنیا دونوں کی بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔ مگر انہوں نے کتاب اللہ کی تعلیمات کو اپنے نفسانی خواہشات کے خلاف سمجھ کر ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ بلکہ کافرانہ تعلیم کے پیچھے لگے جو کہ سلیمان علیہ السلام کے دور میں شیطانوں نے لوگوں کو دی تھی۔ یعنی جادو اور ٹونے وغیرہ۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس کفریہ علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے لگے، اور کہنے لگے کہ یہ علم دو فرشتوں پر نازل ہوا ہے، جن سے ہم نے سیکھا ہے اور اس علم کے زور پر کئی فتنے برپا کیے۔

شیطان کی اصل تعلیم

میاں بیوی کو آپس میں لڑا کر دونوں میں جدائی کرنا ہی شیطان کی اصل تعلیم ہے۔

چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہے:

---

[1] سورۃ البقرۃ۔ آیت: ۱۰۲ تا ۱۰۳

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اِبْلِيْسَ يَضَعُ عَرْشَهٗ عَلَى الْمَآءِ، ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ، فَاَدْنَاهُ مِنْهُ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً، يَجِيْءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: فَعَلْتُ كَذَا وَ كَذَا، فَيَقُوْلُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا، قَالَ: ثُمَّ يَجِيْءُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ: مَا تَرَكْتُهٗ حَتّٰى فَرَّقْتُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ امْرَأَتِهٖ، قَالَ: فَيُدْنِيْهِ مِنْهُ وَيَقُوْلُ: نِعْمَ اَنْتَ" . قَالَ اَعْمَشُ: اُرَاهُ قَالَ: فَيَلْتَزِمُهٗ.

''جابر ﷜ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک ابلیس (شیطان) اپنا تخت پانی کے اوپر بچھاتا ہے اور اپنے لشکروں کو (لوگوں کے درمیان) فتنہ ڈالنے اور گمراہ کرنے کے لئے بھیجتا ہے۔ پھر اس کے ہاں سب سے زیادہ (پیارا اور) قریب وہ ہوتا ہے جو ان سب سے زیادہ فتنہ ڈالنے والا ہو۔ پھر ان میں سے کوئی ایک آکر کہتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا فلاں (گناہ کا) کام کروایا تو ابلیس جواباً کہتا ہے تو نے کوئی (قابل ذکر) کام نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر ان کا ایک اور شیطان آتا ہے اور وہ اپنی کارکردگی بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ میں فلاں کے پیچھے لگا اور میں نے اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اس مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جھگڑا کرا کے جدائی ڈلوادی (یعنی طلاق ہوگئی) آپ نے فرمایا پھر وہ ابلیس اسکو اپنے قریب (معزز) کرتا ہے اور کہتا ہے: ہاں تو، (تو اس اول انعام وشاباش کا حقدار ہے) اور راوی اعمش نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے فرمایا کہ پھر وہ اسے گلے سے لگا تا ہے۔''[1]

اس ابلیس کے ظاہری شاگرد وہ مولوی ہیں جو اس قسم کے تعویذ لکھتے اور

---

[1] صحیح مسلم مع نووی ۲:۶:۷ ۳۷، کتاب صفات المنافقین واحکامھم۔ باب تحریس الشیطان الخ (۷۱۰۶)

ٹونے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ جن کے ذریعے لوگوں کے گھر اجڑتے اور برباد ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی یہ ہی شرارتیں کرتے تھے۔

شیطانوں کا رد

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا، کہ یہ کام تمہارے لئے اچھا نہیں ہے اور جس کے پیچھے اپنے آپ کو لگاتے ہو اور محنت و کوشش کرتے ہو اس میں تمہارے لئے نفع نہیں، بلکہ نقصان ہے۔ اس قسم کی تعلیم سلیمان علیہ السلام یا کسی بھی نبی نے نہیں دی اور نہ ہی یہ اس کے شایان شان ہے۔ نہ اس کے لئے ملائکہ اترے اور نہ ان کی یہ شان ہے اور نہ ایسا کوئی حکم اللہ تعالیٰ نے بھیجا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بہت مہربان ہے وہ تو ایسے قاعدے (قواعد) وقانون بناتا ہے۔ جن سے امن وسلامتی، اور باہمی اتفاق واتحاد قائم رہے۔ کسی قسم کی عداوت یا دشمنی نہ ہو، نہ ہی کسی کا گھر اجڑے، نہ برادریاں ایک دوسرے سے الگ ہوں۔ مگر انہوں نے ناجائز طور پر لوگوں کو استعمال کرنے اور اپنے تابع بنانے اور ان سے اپنا مفاد حاصل کرنے کے لئے اصل تعلیم الٰہی کو چھوڑ کر اس کے بدلے شیطانی تعلیم کو تھاما۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مانتے اور اس کے اوامر ونواہی کے مطابق چلتے تو ان کے لئے بڑا فائدہ تھا، کیونکہ دنیا میں ان کو امن وسلامتی جیسی نعمت حاصل ہوتی اور آخرت میں بہت بڑا اجر ملتا، مگر انہوں نے اپنے وجود (زندگی) جیسی بے بہا چیز کو ایسے خطرناک کام کے پیچھے صرف کیا کہ:

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ط

''دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو گئے''۔[1]

---

[1] سورۃ الحج۔ آیت: ۱۱

مؤمنین کو تسلی

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ایمانداروں کو یہ بھی سمجھایا اور تسلی دی کہ تم ان کی شرارتوں سے خوف نہ کھاؤ، کیوں کہ نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس کے حکم کے سوا کوئی کسی کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ لہٰذا آپ ان کی شرارتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیں اور اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل اور اس کی طرف دعوت دینے میں مشغول رہیں۔

قصہ ہاروت اور ماروت کی حقیقت

ناظرین! اس کے بارے میں عوام الناس کے اندر ایک قصہ مشہور ہے کہ دو فرشتے بنام ہاروت اور ماروت بغرض امتحان زمین پر آئے، پھر وہ زنا، قتل اور شراب نوشی جیسے بڑے جرائم میں ملوث ہوئے اور وہ لوگوں کو جادو سکھاتے رہتے تھے۔ بالآخر انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کیا اور ابھی تک وہ عذاب میں مبتلا ہیں اور بابل شہر کے کنویں میں اوندھے لٹکے ہوئے ہیں۔ مگر یہ سارا قصہ جھوٹا اور دشمنانِ اسلام کا خود ساختہ ہے۔ داخلی اور خارجی قرائن اس کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں۔ اس بابت کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔ اولاً یہاں وہ قرائن ذکر کر کے اس کے بعد اس کے متعلق مذکورہ روایت پر بھی کلام کیا جائے گا۔

القرآئن الداخلیہ

خود اس مضمونِ قرآنی میں ایسے قرآئن موجود ہیں، جو اس واقعہ (قصہ) کو

جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

(۱) ایک طرف اللہ تعالیٰ اس سحر کو کفر قرار دیتا ہے جیسے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ۔ تو دوسری طرف ایسا کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ملائکہ کی طرف ایسا حکم نازل فرمایا ہو کہ وہ لوگوں کو جادو سکھائیں۔ تعالی اللہ عن ذالک

(۲) اللہ تعالیٰ واضح کر رہا ہے کہ

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ

''یہ کفر شیطانوں نے ہی کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے''۔ [1]

پھر ایسی بات کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو نازل فرمائے!! یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔

(۳) آیت صاف بتاتی ہے کہ جادو کے کاموں کا سکھانا خود کفر کا کام ہے۔ پھر ایسا کام اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کیسے کروائے گا، حالانکہ وہ مقدس اور پاک مخلوق ہیں۔

(۴) ''فَلَا تَكْفُرْ'' جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھاتے تھے تو پھر اس طرح منع کرنے کا کیا مقصد اور کیا مطلب؟؟

(۵) جس کام کو اللہ تعالیٰ برا کہے اور اس کے کرنے والے کے لئے خبر دے کہ اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ وہ کام اللہ تعالیٰ کے ملائکہ سکھائیں یا ان کی طرف یہ حکم نازل کیا جائے یہ بات ماننے سے بالاتر ہے۔

(۶) یہ مضمون صاف بتا رہا ہے کہ کتاب اللہ اور جادو کا علم، یہ دونوں چیزیں ایک

---

[1] سورۃ البقرۃ۔ آیت: ۱۰۲

دوسرے کی ضد ہیں۔ اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی یہ صفت بیان کی کہ وہ کتاب اللہ کو چھوڑ کر جادو کے علم کے پیچھے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسے دو متضاد احکام کیسے بھیجے گا؟

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

''اور اگر یہ (قرآن) غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے''۔[1]

(۷) جادو کے علم سے خاص طور پر یہ کام لیتے تھے کہ میاں بیوی کو آپس میں لڑا کر جدائی ڈالتے تھے۔ ایسا علم نہ ملائکہ کی شان کے لائق ہے نہ وحی الٰہی کے لائق۔

(۸) اس علم کو اللہ تعالیٰ نقصان دہ کہتا ہے، پھر اس کو کیسے نازل کرے گا؟ اور اس کے ملائکہ کیسے سکھائیں گے؟

(۹) یہاں پر بابل شہر کا ذکر (آیا) ہے، حالانکہ یہ شہر مشہور ہے جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔ کئی مؤرخ اور سیاح اس کو دیکھ چکے ہیں۔ مگر کسی کو بھی ایسی چیز نظر نہیں آئی۔

(۱۰) اگر فرشتوں کے پاس ایسا حکم آیا ہوتا تو وہ پہلے سلیمان علیہ السلام کو بتاتے اور سکھاتے، کیوں کہ فرشتے انبیاء ورسل علیہم السلام کی طرف ہی آتے ہیں۔ مگر یہاں تو اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے کہ یہ کام سلیمان علیہ السلام کا نہیں بلکہ شیطانوں کا تھا اس لئے اس قصہ کی کوئی بنیاد نہیں۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

---

[1] سورۃ النسآء۔ آیت: ۸۲

القرائن الخارجیہ

اس مضمون کے علاوہ بھی کئی دوسرے قرینے ہیں جو اس (قصہ) کو جعلی ثابت کرتے ہیں:

(۱) فرشتوں کی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بیان کی ہے کہ:

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ

"(حالانکہ) ہم فرشتے صرف حق (فیصلے) کے ساتھ ہی اتارتے ہیں"[1]

لہٰذا ایسے ناحق کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو بھیجے پھر وہ شراب پئیں اور زنا کریں اور قتل بھی کریں۔ حَاشَا هُمُ اللهُ مِنْ ذٰلِكَ

(۲) اگر اس واقعہ کو صحیح مانا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جادو کی شروعات سلیمان علیہ السلام کے دور میں ہوئی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ جادو موسیٰ علیہ السلام کے دور میں بھی تھا۔ جس کا ذکر قرآن میں کئی بار آیا ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۞

"اور فرعون کہنے لگا کہ ہر ماہر ساحر کو میرے پاس حاضر کرو"۔[2]

اور موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ سلیمان علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ جیسا کہ عام کتب تاریخ میں بیان شدہ ہے۔ بلکہ قرآن کے اس مضمون سے بھی ایسا ہی ظاہر ہے۔

---

[1] سورۃ الحجر۔ آیت: ۸

[2] سورۃ یونس۔ آیت: ۷۹

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا
لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ قَالَ هَلْ
عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا
أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ
فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ
مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ
مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ
عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ
مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ
مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ
مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ
قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي
وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ ۚ
فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۚ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا
مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ
يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً
كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ

وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ؁ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۣ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَاۗءُ ۭ

''کیا آپ نے موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کے معاملہ پر غور کیا؟ جب انہوں نے نبی سے کہا: ''ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کرو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں''۔ نبی نے کہا کہ کہیں ایسی بات نہ ہو کہ تم پر جہاد فرض کردیا جائے اور تم لڑنے سے انکار کردو''۔ وہ کہنے لگے:

''یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں جبکہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال کر بال بچوں سے جدا کردیا گیا ہے۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ماسوائے چند آدمیوں کے سب ہی (عہد سے) پھر گئے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے''۔ ان کے نبی نے ان سے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے''۔ وہ کہنے لگے: بھلا ہم پر حکومت کا حقدار وہ کیسے بن گیا؟ اس سے زیادہ ہم خود حکومت کے حقدار ہیں اور اس کے پاس مال و دولت بھی نہیں''۔ نبی نے کہا: ''اللہ نے تم پر اسے منتخب کیا ہے۔ علمی و جسمانی اہمیت اسے تم سے زیادہ دی ہے۔ اور اللہ جسے چاہے اپنی حکومت دے اور اللہ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے''۔ نیز ان کے نبی نے ان سے کہا: '' طالوت کی بادشاہی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکون قلب اور وہ باقی اشیاء ہیں جو آل موسیٰ اور آل ہارون نے چھوڑی تھیں اس صندوق کو فرشتے اٹھالائیں گے اگر تم مؤمن ہو تو اس میں تمہارے لئے کافی نشانی ہے''۔ پھر جب طالوت اپنے لشکروں سمیت چل کھڑا ہوا تو اس نے کہا کہ اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرے گا جس نے اس نہر سے پانی پیا وہ میرا ساتھی نہیں۔ میرا ساتھی وہ ہے جو اسے نہ چکھے الا یہ کہ چلو بھر

لے"۔ پھر اس میں سے ماسوائے چند آدمیوں نے سیر ہو کر پانی پیا پھر جب طالوت اور اس کے لشکری اس سے آگے گئے تو وہ کہنے لگے: "آج ہمیں طالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں"۔ البتہ ان میں سے جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں، کہنے لگے: "کئی بار تھوڑی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب رہی اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب ان کا طالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلہ ہوا تو کہنے لگے: "اے ہمارے رب! ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما"۔ پھر اس تھوڑی جماعت نے اللہ کے حکم سے انہیں شکست دی اور داؤد نے طالوت کو قتل کر دیا۔ اور اللہ نے بادشاہی اور حکمت عطا فرمائی اور اسے سکھلایا جو چاہا"۔ [1]

اس لئے یہ قصہ حقائق کے خلاف اور ناقابل قبول ہے۔

(۳) فرشتوں کے اندر گناہ (معاصی) کا مادہ ہی نہیں ہے۔ جیسے فرمایا کہ:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ

"اللہ انہیں جو حکم دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے"۔ [2]

پھر وہ ایسی نافرمانی کیسے کریں گے؟

وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ

"بس اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں" [3]

پھر اللہ تعالیٰ ان کو ایسے قبیح کاموں کا حکم کیونکر دے گا؟

(۴) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سورۃ البقرۃ۔ آیت: ۲۴۶ تا ۲۵۱ [2] سورۃ التحریم۔ آیت: ۶ [3] سورۃ الانبیاء۔ آیت: ۲۷

خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَّ خُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ

''فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، جنوں کو آگ سے، اور آدم کو اس چیز سے جس کا بیان تمہیں بتایا جا چکا ہے یعنی مٹی سے'' [1]

جیسے فرمایا:

كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

''اسے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے حکم دیا کہ ''ہوجا'' تو وہ ہوگیا''۔ [2]

جب ملائکہ کی پیدائش ہی جدا ہے اور اس قسم (شراب نوشی، زنا اور قتل وغیرہ) کے گناہ اور برائیاں کرنا انسانوں اور جنوں کا کام ہے۔ تو پھر ان کے کاموں کی نسبت ملائکہ کی طرف کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔

(۵) یہ کام وہ کریں جو زمین پر رہتے ہوں۔ مگر ملائکہ کا انسانوں کی طرح زمین پر رہنا نہیں ہے بلکہ وہ وقت پر اترتے ہیں اور ان کا رہنا آسمانوں پر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا

''کہہ دیجئے کہ: اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ہم آسمان سے ان کے لئے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے''۔ [3]

(۶) ملائکہ کو کس نے دیکھا اور کس نے پہچانا؟ نبیوں کے پاس ہی آتے ہیں۔ دوسروں کے پاس (اگر آئے ہیں تو) انسانی صورت میں آسکتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب فی احادیث متفرقۃ (۷۴۹۵)

[2] سورۃ آل عمران۔ آیت: ۵۹ [3] سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت: ۹۵

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿٩﴾

''اور اگر ہم کسی فرشتہ کو (نبی) بناتے تو بھی اسے انسانی شکل میں ہی اتارتے اور ہم انہیں اس شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہوئے ہیں''۔[1]

جیسے بی بی مریم (علیہا السلام) کا واقعہ ہے کہ:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾

''تو ہم نے اس کی طرف اپنی روح (فرشتہ) کو بھیجا جو ایک انسان کی شکل میں مریم کے سامنے آ گیا''۔[2]

یا لوط علیہ السلام کے امتحان کی خاطر انسانی صورت میں آئے۔ جس کی وجہ سے قوم والے ان کو بھی انسان سمجھ کر ان سے برائی کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

(۷) پھر ان ہاروت و ماروت کو لوگوں نے کیسے دیکھا اور پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں؟ بلکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ شیطان نے انسان کی صورت میں آ کر جاہلوں کو دھوکہ دیا ہو اور کہا ہو کہ ہم فرشتے ہیں۔ پھر بھی تو شیطانی تعلیم ہوئی، جس کا اللہ تعالیٰ نے خود ذکر فرمایا ہے کہ شیاطین نے یہ کفریہ کام ان کو سکھایا تھا۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی عصمت بیان فرمائی ہے جیسے فرماتا ہے کہ:

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ

''وہ تو اس کے مکرم بندے ہیں۔ وہ اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے۔ بس اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں''۔[3]

---

[1] سورۃ الانعام۔ آیت: ۹ [2] سورۃ مریم۔ آیت: ۱۷

[3] سورۃ الانبیاء۔ آیت: ۲۶ تا ۲۷

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝١٩
يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ

''وہ جو مخلوق (فرشتے) اس کی عبادت سے اکڑتے نہیں اور نہ ہی اکتاتے ہیں وہ دن رات اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور کبھی دم نہیں لیتے''۔[1]

فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ

''تو آپ کے رب کے پاس جو لوگ ہیں وہ رات دن اس کی تسبیح میں لگے رہتے ہیں اور کبھی نہیں اکتاتے''۔[2]

وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّاۗفُّوْنَ ۝١٦٥ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝١٦٦

''اور ہم صف بستہ رہنے والے ہیں۔ اور تسبیح کرنے والے ہیں''۔[3]

يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝٥٠

''اور وہ اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں جو ان کے اوپر ہے۔ اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے''۔[4]

جو ہمیشہ اس کی عبادت میں محو و مشغول ہیں اور ان کے لئے لذت و لطف یہ ہی چیز ہے (یعنی عبادت) پھر وہ کیسے اس طرح کے کام کریں گے؟

(۹) بلکہ فرشتوں کو تو گناہ (کے کاموں) سے نفرت ہے اور وہ فتنہ و فساد کے کاموں پر قطعی راضی نہیں ہیں اس لئے تو تخلیق انسانی کا سن کر کہنے لگے:

---

[1] سورۃ الانبیاء۔ آیت: ۱۹ تا ۲۰ [2] سورۃ حٰم سجدہ۔ آیت: ۳۸
[3] سورۃ الصّٰفّٰت۔ آیت: ۱۶۵ تا ۱۶۶ [4] سورۃ النحل۔ آیت: ۵۰

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ

''کیا زمین میں تو ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد مچائے گا اور خون بہائے گا۔ جبکہ ہم تیری حمد وثنا کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے ہیں''۔ [1]

سبحان اللہ! جن کی شان یہ ہے ان کی طرف ایسے کاموں کی نسبت کرنا سراسر جھوٹ اور ناحق (بہتان) ہے۔

(۱۰) فرشتے اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والے اور احکام پہنچانے والے ہیں۔ جیسے فرمایا کہ:

جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ

''اور فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین اور چار چار بازو ہیں''۔ [2]

اس لئے سب ملائکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور رسول سب کے سب معصوم ہیں۔ ان کے حق میں ایسی برائیوں کا خیال تک کرنا کفریہ عقیدہ ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ ملائکہ میں کوئی بھی عاصی اور گنہگار نہیں ہے۔ [3]

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ.

الحاصل یہ بیس قرائن اس بات کیلئے زبردست دلیل ہیں کہ اس قسم کا قصہ یہودیوں اور اسلام دشمنوں کا گھڑا ہوا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور اس قسم کی تفسیر جن مفسرین نے کی ہے تو انہوں نے بڑی غلطی بلکہ قرآنِ کریم کی توہین کی ہے۔ اس کے بعد ہم اس کے متعلق روایات نقل کرکے ان کے اوپر کلام کرتے ہیں۔

---

[1] سورۃ البقرہ۔ آیت: ۳۰ [2] سورۃ فاطر۔ آیت: ۱

[3] الفصل لابن حزم ۳:۲۶۱

قصۂ ہاروت و ماروت کے متعلق روایات کی حقیقت

ناظرین!

ابن کثیر اور علامہ سیوطی بحوالہ مسند احمد ایک روایت لائے ہیں جس کو ذکر کر کے اس کی حقیقت حال ظاہر کی جاتی ہے تاکہ کوئی مسلمان مغالطہ میں نہ آئیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ، اِنَّ اٰدَمَ لَمَّا اَهْبَطَهُ اللّٰهُ اِلَى الْاَرْضِ، قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ: اَىْ رَبِّ، اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ، وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ؟ قَالَ: اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ، قَالُوْا: رَبَّنَا نَحْنُ اَطْوَعُ لَكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ، قَالَ اللّٰهُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ: هَلُمُّوْا مَلَكَيْنِ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ، حَتّٰى يُهْبَطُ بِهِمَا اِلَى الْاَرْضِ فَنَنْظُرُ كَيْفَ يَعْمَلَانِ، فَقَالُوْا رَبَّنَا: هَارُوْتُ وَ مَارُوْتُ، قَالَ فَاُهْبِطَا اِلَى الْاَرْضِ، وَمُثِّلَتْ لَهُمَا الزُّهْرَةُ اِمْرَأَةً مِنْ اَحْسَنِ الْبَشَرِ، فَجَاءَ تْهُمَا، فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا، فَقَالَتْ: لَا وَاللّٰهِ، حَتّٰى تَكَلَّمَا بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ مِنَ الْاِشْرَاكِ، قَالَا: وَاللّٰهِ لَانُشْرِكُ بِاللّٰهِ اَبَدًا، فَذَهَبَتْ عَنْهُمَا، ثُمَّ رَجَعَتْ بِصَبِيٍّ تَحْمِلُهٗ، فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا، فَقَالَتْ: لَا وَاللّٰهِ، حَتّٰى تَقْتُلَا هٰذَا الصَّبِيَّ، فَقَالَا: وَاللّٰهِ لَا

نَقْتُلُهُ أَبَدًا، فَذَهَبَتْ، ثُمَّ رَجَعَتْ بِقَدَحِ خَمْرٍ تَحْمِلُهُ، فَسَأَلَاهَا نَفْسَهَا، فَقَالَتْ: لَا وَاللّٰهِ، حَتّٰى تَشْرَبَا هٰذَا الْخَمْرَ، فَشَرِبَا، فَسَكِرَا، فَوَقَعَا عَلَيْهَا، وَقَتَلَا الصَّبِيَّ، فَلَمَّا أَفَاقَا قَالَتِ الْمَرْأَةُ: وَاللّٰهِ مَاتَرَكْتُمَا شَيْئًا، أَبَيْتُمَاهُ عَلَيَّ إِلَّا قَدْ فَعَلْتُمَا حِيْنَ سَكِرْتُمَا فَخُيِّرَا بَيْنَ عَذَابِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، فَاخْتَارَا عَذَابَ الدُّنْيَا.

''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا، ملائکہ نے کہا اے پروردگار! آپ زمین پر ایسی مخلوق کو بساتے ہو جو زمین پر فساد برپا کرے گی، خون بہائے گی اور ہم آپ کی تسبیح وتحمید اور تقدیس بیان کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ انہوں نے کہا! اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کے لیے آدم سے زیادہ فرمانبردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملائکہ میں سے دو فرشتے لاؤ، جن کو زمین پر اتارتے ہیں۔ پھر دیکھیں وہ کیسے عمل کرتے ہیں، انہوں نے کہا! اے پروردگار ہمارے!! اس کے لئے ہاروت اور ماروت دونوں ہیں۔ فرمایا تم دونوں زمین کی طرف نیچے اترو۔ پھر زہرہ ستارہ نہایت خوبصورت عورت کی شکل میں ہوکر ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے اس کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور اس سے مطالبہ کیا۔ اس نے کہا کہ: اللہ کی قسم! جب تک شرک کا کلمہ نہیں کہو گے تب تک ایسا نہ ہوگا، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم ہرگز اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ پھر وہ چلی گئی اور دوبارہ ایک بچے کو لے کر واپس آئی، پھر انہوں نے اس سے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! جب تک تم اس بچہ کو قتل نہ کرو گے، تب تک ایسا نہ ہوگا، انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بچے کو ہرگز قتل نہیں کریں گے۔ وہ چلی گئی پھر شراب کا

ایک پیالہ لے کر ان کے پاس آئی انہوں نے پھر بھی اس کو چاہا، اس نے کہا اللہ کی قسم! جب تک یہ شراب نہ پیو گے تب تک ایسا نہ ہوگا، پھر انہوں نے وہ شراب پی، اور مدہوش ہوگئے۔ اس عورت سے برائی کی اور بچے کو قتل کیا۔ جب ہوش میں آئے تو اس عورت نے ان کو کہا اللہ کی قسم! نشے کی حالت میں تم نے سب کام کیے کوئی بھی نہیں چھوڑا، پھر ان کو دنیا کے عذاب یا آخرت کے عذاب میں سے کوئی ایک قبول کرنے کا اختیار دیا گیا، پس انہوں نے دنیا کے عذاب کو قبول کیا"۔[1]

اس کے علاوہ عبد بن حمید اپنی مسند میں ابن ابی الدنیا "العقوبات" ابن حبان اپنی صحیح میں (موارد الضمآن: ۴۲۵) اور بیہقی شعب الایمان میں یہ روایت لائے ہیں۔

ناظرین!

اس قسم کی روایت عام واعظی مولوی بیان کرتے رہتے ہیں اور کئی رسالہ نویس بھی نقل کیا کرتے ہیں، مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے اور نہ ہی قابل اعتبار ہے، کیوں کہ اس کی سند میں ایک راوی موسیٰ بن جبیر الانصاری ہے، جس کو تقریب میں مستور کہا گیا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "وہ مستور الحال" ہے۔[2] حافظ ابن حجر تقریب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

اَلسَّابِعَةُ مَنْ رَوَىٰ عَنْهُ اَكْثَرُ مِنْ وَاحِدٍ وَلَمْ يُوَثَّقْ وَاِلَيْهِ الْاِشَارَةُ بِلَفْظِ مَسْتُوْرٍ اَوْ مَجْهُوْلِ الْحَالِ.

"مستور الحال یا مجہول الحال اس راوی کے حق میں کہا جاتا ہے جس سے روایت کرنے والے چاہے ایک سے زیادہ کیوں نہ ہوں مگر اس کی توثیق نہ کی گئی ہو۔"

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۱: ۱۳۸، الدر المنثور ۱: ۹۶، مسند احمد ۲: ۱۳۴ (۶۱۸۳)   [2] تفسیر ابن کثیر ۱: ۱۳۸

ابن قطان سے منقول ہے کہ:

لاَ یُعْرَفُ حَالُہٗ''

''یعنی اس کا حال معلوم نہیں کہ سچا ہے یا جھوٹا، ضعیف ہے یا ثقہ۔'' [1]

اگر چہ امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ [2]

اولاً: امام ابن حبان اپنی ثقات میں بعض دفعہ مجہول راوی بھی لاتا ہے۔ جیسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے اور یہ یقیناً مجہولین میں سے ہے اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس توثیق کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، اسی لئے اس کے حق میں مستور کہہ کر واضح کیا ہے کہ اس راوی کی توثیق ثابت نہیں ہے۔ کَمَا تَقَدَّمَ

ثانیاً: خود ابن حبان اس راوی کے متعلق کہتا ہے کہ:

''یُخْطِیُٔ وَیُخَالِفُ''

''یہ روایت میں خطائیں کرتا ہے اور دوسرے معتبر راویوں کی مخالفت کرتا ہے''۔

ظاہر ہے کہ عام صحیح روایتوں میں ملائکہ کی شان اعلیٰ بتائی گئی ہے اور جو کچھ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ اس لئے شاذ ہونے کی وجہ سے بھی قابل قبول نہ رہی۔ نیز یہ روایت ظاہر خطاً ہے کہ اس میں چند ایسی باتیں موجود ہیں جو کہ منکر اور نا قابل قبول ہیں۔ مثلاً:

(۱) ملائکہ کو جب اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ جو میں جانتا ہوں، وہ تم نہیں جانتے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ یہ کہیں کہ ہم بنی آدم سے تیرے زیادہ فرمانبردار ہیں ایسا

---

[1] تہذیب ۱: ۳۳۹ [2] کتاب الثقات ۷: ۴۵۱

معارضہ (اعتراض) اللہ کے سامنے کرنا ان کی شان کے خلاف ہے۔ کیوں کہ قرآن ان کی شان یہ بیان کرتا ہے کہ:

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ

''اللہ تعالیٰ کے سامنے بات کرنے میں وہ کوئی سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم کے مطابق ہی عمل کرتے ہیں''۔ [1]

(۲) آیت کا مضمون بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آدم علیہ السلام کی علمی صلاحیت دکھائی جس پر وہ اپنے قصور کا اعتراف واعلان کرنے لگے کہ:

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا

''تو پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا معلوم ہے جتنا تو نے ہم کو سکھایا ہے''۔ [2]

مگر اس کے بعد دوبارہ معارضہ کرنا یہ ان سے ناممکن ہے۔

(۳) بلکہ سیاق بتاتا ہے کہ یہ سب کچھ اوپر ہوا اور اس روایت میں ہے کہ زمین پر اترنے کے بعد ایسا کہا یہ تضاد خود اسکو باطل بناتا ہے۔

(۴) ملائکہ سے زنا، قتل، شراب اور شرک جیسے سنگین کاموں کا صدور بالکل ناممکن ہے کیوں کہ ان کی صفت ہے کہ:

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ

''وہ ان کو جس کا حکم کرتا ہے وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے'' [3]

یعنی نافرمانی جیسا کوئی بھی کام ان سے سرزد نہیں ہوتا۔

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

---

[1] سورۃ الانبیآء۔ آیت: ۲۷ [2] سورۃ البقرۃ۔ آیت: ۳۲

[3] سورۃ التحریم۔ آیت: ۶

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ

''ہم ملائکہ کو حق کے ساتھ ہی نازل کرتے ہیں۔'' [1]

اگر اس قصہ کو تسلیم کیا جائے تو اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حق کے ساتھ نہیں بلکہ باطل کے ساتھ نازل کیا ہے۔

(٦) چاہے ملائکہ انسانی شکل میں ہو کر آئیں لیکن وہ خواہشات ان کے اندر ہوں بھی تو بھی ان سے اس قسم کے گناہ صادر ہونا یہ بات بعید ہے۔ کیوں کہ خود انسانوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا درجہ عطا کیا ان سے بھی ایسے گناہ سرزد نہیں ہوتے چہ جائیکہ فرشتوں سے ایسے گناہ صادر ہوں۔

(٧) قصہ کے سیاق سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے نازل ہونے کے وقت یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اور اس وقت تک زیادہ انسان بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور یہ عورت تو ستارہ سے انسان بن کر آئی، مگر وہ بچہ کہاں سے لائی؟

الغرض یہ روایت سند خواہ متن کے لحاظ سے قبول کرنے کے لائق نہیں بلکہ رد کرنے کے لائق ہے۔ تفسیر ابن کثیر [2] میں بحوالہ ابن مردویہ اس کی دوسری سند ذکر کی گئی ہے۔ جس میں راوی موسیٰ بن سرجس ہے مگر اس کو بھی تقریب میں مستور کہا گیا ہے گویا کہ دونوں راوی (موسیٰ بن جبیر اور موسیٰ بن سرجس) مجہول ہیں اور ایک مجہول دوسرے کو کوئی تقویت نہیں دے سکتا۔

تفسیر ابن جریر میں اس طرح روایت ہے:

حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ قَالَ ثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ ثَنَا فَرَجُ بْنُ فُضَالَةَ عَنْ

[1] سورۃ الحجر۔ آیت: ۸ [2] تفسیر ابن کثیر۔ ص۱:۱۳۸

مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: سَافَرْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، قَالَ، يَا نَافِعُ: اُنْظُرْ طَلَعَتِ الْحُمَرَاءُ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ اَوْثَلاَثًا، ثُمَّ قُلْتُ، قَدْ طَلَعَتْ قَالَ لاَ مَرْحَبًا وَلاَ اَهْلاً قُلْتُ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، نَجْمٌ مُسَخَّرٌ سَامِعٌ مُطِيْعٌ، قَالَ: مَاقُلْتُ: لَكَ اِلاَّ مَاسَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ قَالَتْ يَا رَبِّ كَيْفَ صَبْرُكَ عَلٰى بَنِيْ اٰدَمَ فِي الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبِ؟ قَالَ اِنِّيْ اِبْتَلَيْتُهُمْ وَعَافَيْتُكُمْ. قَالُوْا: لَوْ كُنَّا مَكَانَهُمْ مَاعَصَيْنٰكَ. قَالَ: فَاخْتَارُوْا مَلَكَيْنِ مِنْكُمْ. قَالَ: فَلَمْ يَأْلُوْا اَنْ يَّخْتَارُوْا، فَاخْتَارُوْا هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ.

''ابن عمر رضی اللہ عنہ نے زہرہ ستارہ کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھا تو اس کو کہا کہ تیرے لئے نہ مرحبا ہے نہ خوش آمدید، نافع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سبحان اللہ! ستارہ تو اللہ کا مطیع فرمانبردار ہے اور تابعدار ہے۔ ابن عمر نے کہا میں نے تو وہی کہا ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور کہا، مجھے اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کو عرض کی کہ اے پروردگار! آپ نے بنی آدم کی خطاؤں اور گناہوں پر کیسے صبر کیا، فرمایا میں نے ان کو آزمائش میں ڈالا ہے اور تم کو بچایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی جگہ پر ہوتے تو تیری نافرمانی نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم آپس میں سے دو فرشتے منتخب کرو پھر انہوں نے ہاروت اور ماروت کو چنا۔'' [1]

---

[1] تفسیر ابن جریر ۱:۴۵۸

یہ روایت سخت ضعیف ہے راوی حسین جو کہ سنید بن داؤد ہے[1] وہ اور اس کا استاد فرج بن فضالہ دونوں ضعیف ہیں (تقریب) سنید کو ائمہ حدیث احمد بن حنبل، ابوداؤد، ابوحاتم، نسائی اور دوسروں نے ضعیف کہا ہے۔ فرج بن فضالہ پر عام ائمہ جرح کرتے ہیں۔ امام احمد کہتا ہے کہ معتبر راویوں سے منکر حدیثیں لاتا ہے۔ بخاری اور مسلم اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔ ابوحاتم اور حاکم کہتے ہیں کہ اس کی حدیث سے دلیل نہ لی جائے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کہتا ہے کہ اہل حجاز سے منکر اور تحریف شدہ مقلب روایتیں لاتا ہے۔ ابن حبان کہتا ہے کہ سندوں کو تبدیل کرتا ہے اور صحیح سندوں سے واہیات متن ملاتا ہے۔[2] ایسے راوی کی روایت کیسے قبول ہوگی۔ بلکہ حافظ ابن کثیر اس کو لاکر پھر فرماتے ہیں کہ قرین قیاس یہ بات ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ کعب الاحبار تابعی کا قول ہے جو بنی اسرائیل (اہل کتاب) کی کتابوں سے اکثر باتیں نقل کیا کرتا تھا۔ کیوں کہ یہ روایت امام عبدالرزاق اپنی تفسیر میں سفیان ثوری سے لائے ہیں وہ موسیٰ بن عقبہ سے اور وہ سالم سے وہ ابن عمر سے وہ کعب الاحبار سے اسکا قول نقل کرتے ہیں نہ کہ حدیث۔ اسی طرح ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ نیز ابن جریر نے دوسری سند سے بھی اسی طرح کعب الاحبار کا قول نقل کیا ہے۔ اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ اسرائیلی روایت ہے۔

الحاصل:

یہ روایت مجہول اور ضعیف راویوں کے واسطہ سے منقول ہے اس لئے معتبر نہیں ہے۔ بلکہ متن کے اعتبار سے بھی منکر ہے۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۱:۱۳۸ [2] تہذیب ۴:۴۵-۲۴۴، ۸:۶۳-۲۶۲

پھر ایسی روایت ایسے عظیم معاملہ میں کیسے قبول کی جائے گی۔ خاص طور پر جبکہ اوپر ذکر کردہ بیس قرائن اس واقعہ کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس روایت کا مضمون اس کو جھوٹا ثابت کرتا ہے کیونکہ اس میں بیان ہے کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے بعد کہا کہ:

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا

"کیا زمین میں ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد مچائے گا"۔ [1]

حالانکہ سورۃ بقرۃ کے چوتھے رکوع میں یہ مضمون ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ (انسان کو) پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے سامنے یہ خبر ظاہر کی۔ جس پر ملائکہ نے ایسا کہا۔ اس کے بعد سجدہ کا واقعہ، شجر ممنوعہ (منع کیے ہوئے درخت) کا واقعہ اور اس کے بعد زمین پر نیچے نازل ہونے کا واقعہ مذکور ہے۔ اس لئے یہ روایت منکر کہلائے گی۔ یہ اس کی نکارت کا بڑا سبب ہے۔

خود امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی اسناد کو منکر روایتوں میں شمار کرتا ہے۔ [2]

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرینِ قیاس بات یہ ہے کہ اگر اس کی سند ثابت ہو جائے تب بھی کعب الاحبار یعنی تابعی سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں۔ جیسے تفسیر عبدالرزاق میں یہ روایت اس سند سے ہے:

عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ.

اسی طرح تفسیر ابن ابی حاتم میں بھی ہے اور فرماتے ہیں:

---

[1] سورۃ البقرہ۔ آیت: ۳۰　　[2] میزان الاعتدال ۱: ۴۲۸۔۴۲۹

هٰذَا اَصَحُّ وَاَثْبَتُ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مِنَ الْاَسْنَادَیْنِ الْمُتَقَدِّمَیْنِ وَسَالِمٌ اَثْبَتَ فِیْ اَبِیْهِ مِنْ مَوْلَاهٗ نَافِعٍ فَدَارَ الْحَدِیْثُ وَرَجَعَ اِلٰی نَقْلِ کَعْبِ الْاَحْبَارِ عَنْ کُتُبِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

''یعنی یہ بات زیادہ صحیح اور ثابت شدہ ہے اور صحیح اس لئے ہے کہ اوپر جتنی روایتیں گذری ہیں ان سب کی اسناد سے اس کی سند اچھی ہے اور سالم عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے اور نافع اس کا غلام ہے۔ ان سے ان کے بیٹے کی روایت سالم عن عبداللہ بمقابلہ ان کے غلام کی روایت نافع عن عبداللہ سے ثبوت کے لحاظ سے زیادہ پختہ ہے۔ اس لئے گھوم پھر کر آخر کار روایت کا اصل راوی کعب الاحبار بنا، جس نے اسرائیلی کتابوں سے نقل کی ہے یعنی یہ حدیث نہیں بلکہ اسرائیلی روایت ہے۔''

ابن کثیر ایک اور روایت اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

وَرَوَاهُ الْحَافِظُ اَبُوْبَکْرِ بْنُ مَرْدُوَیَه فِیْ تَفْسِیْرِهٖ بِسَنَدِهٖ عَنْ مُغِیْثٍ عَنْ مَوْلَاهُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عَلِیٍّ مَرْفُوْعًا وَهٰذَا لَایَثْبُتُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ ثُمَّ رَوَاهُ مِنْ طَرِیْقَیْنِ اٰخَرَیْنِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الزُّهْرَةَ فَاِنَّهَا هِیَ الَّتِیْ فَتَنَتِ الْمَلَکَیْنِ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ هٰذَا لَا یَصِحُّ وَهُوَ مُنْکَرٌ جِدًّا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

''یعنی ابن مردویہ اپنی تفسیر میں مغیث سے روایت کرتے ہیں۔ وہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً

(یعنی رسول اللہ ﷺ سے) روایت کرتے ہیں (جس کے الفاظ ابن کثیر پہلے یہ نقل کرتے ہیں کہ: هُمَا مَلَكَانِ مِنَ الْمَلَٰئِكَةِ السَّمَآءِ یعنی وَمَآ أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ یعنی اس آیت میں آسمان کے دوفرشتے مراد ہیں) اور یہ روایت (بقول ابن کثیر) کسی بھی طرح ثابت نہیں ہوسکتی۔ دوسری روایت جابر سے، وہ ابوالطفیل سے، وہ علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زہرہ (ستارہ) پر لعنت کرے کہ اس نے دونوں فرشتوں ہاروت و ماروت کو فتنہ میں ڈال دیا اور یہ روایت بھی (بقول ابن کثیر) صحیح نہیں ہے بلکہ سخت منکر ہے۔''[1]

کہتا ہے راقم الحروف کہ پہلی روایت اس لئے صحیح نہیں کہ راوی مغیث ضعیف بلکہ جھوٹا ہے۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ضَعَّفَهُ السَّاجِيُّ اِنَّمَا هُوَ مُعْتَبٌ قَيَّدَهُ الدَّارُ قُطْنِيُّ وَعَبْدُالْغَنِيُّ وَقَدْ مَضٰى عَلَى الصَّوَابِ.

''ان کو امام ساجی رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف کہا ہے۔ اس کا صحیح نام معتب (ع ت ب) ہے، جیسا کہ امام دارقطنی اور امام عبدالغنی بن سعید نے اس کی درستگی فرمائی ہے اور اپنی جگہ پر یہ بیان گذر چکا ہے''۔[2]

امام ذہبی ایک اور مقام پر ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

مُعْتَبٌ عَنْ مَوْلَاهُ جَعْفَرِ بْنِ صَادِقٍ قَالَ اَبُو الْفَتْحِ الْاَزْدِيُّ كَذَّابٌ وَقِيْلَ اِسْمُهُ مُغِيْثٌ وَلَهٗ حَدِيْثٌ بَاطِلٌ

''یہ معتب جس کا نام مغیث بھی کہا گیا ہے امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا غلام کہلاتا ہے۔ اس کو امام ازدی نے کذّاب کہا ہے اور اس کی ایک حدیث ہے وہ بھی باطل اور جھوٹی ہے''۔[3]

---

[1] تفسیر ابن کثیر ۱: ۱۳۹ [2] میزان الاعتدال ۳: ۱۹

[3] میزان الاعتدال ۳: ۱۸۳

نیز حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ میزان میں اس کی روایت لاکر ان سے موافقت کرتا ہے۔[1] اس لئے اس کی روایت کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

دوسری روایت کی سند میں جابر راوی ہے جو کہ ابن یزید جعفی ہے، جو جھوٹا اور رافضی مشہور ہے۔ اس کو ائمہ حدیث شعبی، زائدہ، سعید بن جبیر، سفیان بن عیینہ، لیث بن ابی سلیم، یحییٰ بن معین، احمد بن خداش اور ابراہیم جوزجانی رحمہم اللہ جھوٹا کہتے ہیں۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

مَالَقِيْتُ فِيْمَنْ لَقِيْتُ اَكْذَبُ مِنْ جَابِرِ الْجُعْفِيِّ مَا اَتَيْتُهُ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِيْ اِلَّا جَآءَ نِيْ فِيْهِ بِاَثَرٍ.

''یعنی اس جیسا کوئی جھوٹا میں نے نہیں دیکھا، جو کوئی بات میں اپنی رائے سے اس کو بتاتا تو اس کے بارے میں کوئی نہ کوئی حدیث (بنا کر) پیش کرتا تھا۔''

عام محدثین نقل کرتے ہیں کہ جابر جعفی مشہور رافضی تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالیاں دیتا تھا اور عقیدہ رجعت کا قائل تھا، یعنی کہتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آسمان پر زندہ ہیں اور دنیا میں دوبارہ واپس لوٹ کر آئے گا اور اس کی اولاد جہاں بھی نکلتی ہے تو اس کے حکم سے نکلتی ہے۔[2]

امام ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس نے اس (جابر جعفی) کو کذّاب کہا ہے۔[3] امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ:

---

[1] لسان المیزان ۶:۶۰، ۶:۴۷ [2] تہذیب ۲:۹ [3] میزان الاعتدال ۱:۱۸۶

وَكَانَ سَبِيْئًا مِنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَبَا.

''وہ عبداللہ بن سبا یہودی کے ٹولے میں سے تھا۔''[1]

پھر ایسے راویوں کی روایتیں کیسے قبول کی جائیں۔ خاص طور پر اس قسم کے عقائد کے بارے میں اور روایات بھی ایسی ہوں جو کہ قرآنی قواعد اور اسلامی عقائد کے خلاف ہوں۔

الغرض اس بارے میں کوئی بھی حدیث ثابت نہیں ہے۔ سب اسرائیلی روایتیں ہیں۔ جو کہ یہودیوں کی بنائی ہوئی ہیں۔

قصہ ہاروت و ماروت کے متعلق آثار کی حقیقت

نیز ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں کچھ آثار و اقوال نقل کیے ہیں مگر چونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لئے اسلامی عقائد کے خلاف ان اقوال پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ یہ سارے اقوال ایک دوسرے کے پیچھے اسرائیلی کتب سے لیے گئے ہیں۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں:

وَاَمَّا مَا ذَكَرَهُ اَهْلُ الْاَخْبَارِ وَنَقَلَهُ الْمُفَسِّرُوْنَ فِيْ قِصَّةِ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ خَبَرِهِمَا وَابْتِلَائِهِمَا فَاعْلَمْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ اِنَّ هٰذِهِ الْاَخْبَارَ لَمْ يَرِدْ مِنْهَا سَقِيْمٌ وَلَا صَحِيْحٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ هُوَ شَيْئًا تُؤْخَذُ بِهَا بِقِيَاسٍ وَالَّذِيْ مِنْهُ

---

[1] کتاب المجروحین ۱:۲۰۸

فِی الْقُرْآنِ اخْتَلَفَ الْمُفَسِّرُوْنَ فِیْ مَعْنَاهُ، وَاَنْكَرَ مَا قَالَ بَعْضُهُمْ فِيْهِ كَثِيْرٌ مِّنَ السَّلَفِ وَهٰذِهِ الْاَخْبَارُ مِنْ كُتُبِ الْيَهُوْدِ وَافْتِرَائِهِمْ كَمَا نَصَّهُ اللّٰهُ اَوَّلَ الْاٰيَات

''ہاروت اور ماروت کے بارے میں جو قصے نقل کیے جاتے ہیں ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح یا ضعیف روایت ثابت نہیں ہے جو کچھ منقول ہے وہ کتب یہود سے ماخوذ ہے۔ جن کے جھوٹ کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائی آیات میں ذکر فرمایا ہے۔

مثلاً اپنے ہاتھوں سے لکھ کر اس کو اللہ کی طرف منسوب کرنا اور جھوٹا دعویٰ کرنا کہ ہم کو چند دنوں سے زیادہ آگ کا عذاب نہیں چھوئے گا۔ یا خود جادو کرنا، اور اس کی جھوٹی نسبت اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام کی طرف کرنا وغیرہ۔'' [1]

فنی نکتہ نگاہ سے اس کے بارے میں کوئی بھی روایت صحیح ثابت نہیں ہے۔

یہود کے دعویٰ کا رد

مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہمارے پاس یہ جو جادو کا علم ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو فرشتوں پر نازل کردہ ہے، جنہوں نے ہم کو سکھایا اس لئے ان کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام المغازی محمد بن اسحٰق المطلبی فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُلَيْمَانَ فِی الْمُرْسَلِيْنَ قَالَ بَعْضُ اَحْبَارِهِمْ يَزْعَمُ مُحَمَّدٌ اَنَّ ابْنَ دَاوُدَ كَانَ نَبِيًّا وَاللّٰهِ مَا كَانَ اِلَّا سَاحِرًا. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَمَا

[1] جواہر الحسان فی تفسیر القرآن مصنفہ عبد الرحمٰن الثعالبی ۱:۹۳

كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا اَیْ اَلْقَتْ اِلٰى بَنِیْ اٰدَمَ اِنَّ مَافَعَلَهٗ سُلَيْمَانُ مِنْ رُكُوْبِ الْبَحْرِ وَاسْتِسْخَارِ الطَّيْرِ وَالشَّيٰطِيْنَ كَانَ سِحْرًا

''جب رسول اللہ ﷺ نے سلیمان علیہ السلام کی نبوت کا ذکر کیا (جیسا کہ کئی آیات اور احادیث میں مذکور ہے) تو یہود آپس میں کہنے لگے کہ محمد ﷺ کہتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کا بیٹا سلیمان نبی تھا، حالانکہ اللہ کی قسم! وہ تو نبی نہیں تھا مگر جادوگر تھا (معاذ اللہ)۔ اس پر اللہ نے یہ آیت وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا نازل فرما کر ان کا رد فرمایا کہ ایسا کفریہ کام سلیمان علیہ السلام نے نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کیا تھا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا کہنا تھا کہ دریا کی سواری اور پرندوں اور شیطانوں کا تابع کرنا وغیرہ یہ کام سلیمان علیہ السلام کا جادو تھا۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کا قانون

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو قوم کسی سنّت کو مردہ کرے گی یا گم کرے گی تو اس کے بدلہ ان کے ہاتھوں سے کوئی نئی بدعت ایجاد ہوگی تا کہ وہ زیادہ ذلیل ہوں، اسی طرح جب یہودیوں نے اللہ کی کتاب کو چھوڑا تو اس کے بدلے ان کو شیطانی علم یعنی جادو کا علم نصیب ہوا۔ [2]

اِتَّبِعُوْا کی تشریح

یقال تبعه و اتبعهٗ قفا اثرهٗ یعنی ان کے نشانوں کے پیچھے چلا جیسے

[1] القرطبی۲:۳۶   [2] نظم الدرر۲:۷۲

فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ [1] اور اِتَّبَعَهُ باب افعال ہے بمعنیٰ پیچھے لگانا۔ جیسے

ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا

''پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں''۔ [2]

فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ [3] التبیع بمعنیٰ تابع اور مطالبہ کرنے والا اور تبیع خاص طور پر گائے کے بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیچھے چلتا ہے۔ جیسے

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾ [4]

''پھر تمہیں ہمارے خلاف کوئی پیچھا کرنے والا بھی نہ ملے گا''۔

وَتَتَابَعَ بمعنیٰ توالی ایک دوسرے کے پیچھے لگنا۔

فَرَسٌ مُتَتَابِعُ الْخَلْقِ مُسْتَوِيَةٌ

''ساخت میں بالکل گھوڑے کے مشابہ''

رَجُلٌ مُتَتَابِعُ الْعِلْمِ يُشَابِهُ عِلْمُهٗ بَعْضُهٗ بَعْضًا

''اس کا علم بعض کے مشابہ ہے''

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

''تو متواتر دو ماہ کے روزے رکھے''۔ [5]

التَّبَعُ (زبر کے ساتھ) چارپائے جانور کا پیر، تُبَّعُ یعنی ایسی قوم جو رئیس تھی اس کے اندر بعض، بعض کے پیچھے چلنے والے تھے اور ریاست و سیاست میں تابع تھے۔ کچھ نے کہا ہے کہ تبع مشہور بادشاہ تھا، جس کی قوم تابع تھی۔ اس کا جمع التباعة ہے جیسے

---

[1] سورۃ طٰہٰ۔ آیت: ۱۲۳ [2] سورۃ البقرہ۔ آیت: ۲۶۲ [3] سورۃ الاعراف۔ آیت: ۱۷۵

[4] سورۃ بنی اسرآئیل۔ آیت: ۶۹ [5] سورۃ النسآء۔ آیت: ۹۲

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ

''کیا یہ بہتر ہیں یا قوم تبع؟'' [1]

اَلتُّبُعُ (دونوں کے پیش سے) اَلظِّلُّ بمعنی سایہ [2]

اتباع اور تقلید میں فرق

امام ابن عبدالبر نے اس مسئلہ کے لئے خاص باب قائم کیا ہے کہ تقلید اور اتباع میں فرق ہے۔ تقلید مذموم اور ممنوع چیز ہے اور اتباع اچھی اور جائز ہے۔ پھر تقلید کی مذمت میں کئی دلائل جمع کر کے آخر میں امام ابوعبداللہ بن خویز منداد البصری سے نقل کرتے ہیں کہ:

اَلتَّقْلِيْدُ مَعْنَاهُ فِي الشَّرْعِ الرُّجُوْعُ اِلٰى قَوْلٍ لَاحُجَّةَ لِقَائِلِهٖ عَلَيْهِ وَذٰلِكَ مَمْنُوْعٌ مِنْهُ فِي الشَّرِيْعَةِ. وَالْاِتِّبَاعُ مَاثَبَتَ عَلَيْهِ حُجَّةٌ وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ اٰخَرَ مِنْ كِتَابِهٖ كُلُّ مَنِ اتَّبَعْتَ قَوْلَهُ عَنْ غَيْرِ اَنْ يَّجِبَ عَلَيْكَ قَوْلُهُ لِدَلِيْلٍ يُّوْجِبُ ذٰلِكَ فَاَنْتَ مُقَلِّدُهُ وَالتَّقْلِيْدُ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ غَيْرُ صَحِيْحٍ وَكُلُّ مَنْ اَوْجَبَ عَلَيْكَ الدَّلِيْلُ اِتِّبَاعَ قَوْلِهٖ فَاَنْتَ مُتَّبِعُهُ وَالْاِتِّبَاعُ فِي الدِّيْنِ مَسُوْغٌ وَالتَّقْلِيْدُ مَمْنُوْعٌ.

''شرعی اصطلاح میں تقلید کے معنیٰ ہیں کہ کسی ایسے قول کی طرف رجوع کیا جائے یا اس کو لیا جائے، جس کے لئے کوئی دلیل نہ ہو اور یہ کام شریعت میں

[1] سورۃ الدخان۔ آیت: ۳۷

[2] المفردات: ۱۷، غریب القرآن للسجستانی: ۶۱، ترتیب القاموس المحیط ۱: ۳۵۸

منع شدہ (ممنوع) ہے۔ اتباع اس قول کی تابعداری کو کہا جاتا ہے جس کیلئے دلیل ثابت ہو اور اپنی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ تم نے کسی ایسے آدمی کے قول کی تابعداری کی جس کی تابعداری تیرے اوپر دلیل کی رو سے واجب نہیں تو پھر تُو اس کا مقلد کہلائے گا اور تقلید اللہ کے دین میں صحیح نہیں۔ لیکن جس کے قول کی تابعداری دلیل سے واجب ہوتی ہے اس کو قبول کرنے سے تُو اس کا متبع اور تابعدار کہلائے گا اور اتباع یعنی تابعداری جائز ہے اور تقلید (یعنی بغیر دلیل کے کسی کی بات کو قبول کرنا) منع ہے"۔[1]

مَاتَتلُوْا کا مطلب

تلاوت کے معنیٰ پیچھے چلنا، تابعداری کرنا، اسی سے تلاوۃ القرآن بھی ہے۔ کیونکہ یَتَّبِعُ آیَةً بَعْدَ آیَةٍ پڑھنے والا ایک کے بعد دوسری آیت پڑھتا رہتا ہے۔[2]

امام راغب فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کی تلاوت۔ اس سے مراد کبھی اس کا پڑھنا ہوتا ہے اور اس کے احکام یعنی امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کے مطابق طریقہ اختیار کرنا۔ اس لئے قرأت تلاوت سے عام ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے:

قَالَ عَطَـآءٌ تَتْـلُوْا تَقْرَأُ مِنَ التِّـلاَوَةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَتْـلُوْا تَتَّبِـعُ كَمَا تَقُوْلُ جَآءَ الْقَوْمُ يَتْلُوْا بَعْضُهُمْ بَعْضاً قَالَ الطَّبْـرِی اِتَّبَـعُوْا بِـمَعْنٰی فَضَّلُوْا قُلْتُ لِاَنَّ مَنِ اتَّبَعَ شَيْئًا وَجَعَلَهٗ اَمَامَهٗ فَقَدْ فَضَّلَهٗ عَلٰی غَيْرِهٖ.

[1] جامع بیان العلم وفضلہ: ۳۸۳ تا ۳۹۷

[2] مقائیس اللغۃ ۱: ۳۵۱۔ تاج العروس ۱۰: ۵۳

''عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں تلاوت بمعنیٰ پڑھنے کے ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تتلوا تابعداری کے معنیٰ میں ہے جیسے جَآءَ الْقَوْمُ يَتْلُوْا بَعْضُهُمْ بَعْضًا یعنی ''قوم آئی ایک دوسرے کے پیچھے۔'' امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بمعنیٰ فَضَّلُوْا یعنی اس کو برتر سمجھ کر ترجیح دی۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اس لئے کہ جو شخص کسی چیز کے پیچھے لگا، یا اس کو رہبر بنایا تو گویا کہ اس نے اس کو دوسرے سے زیادہ برتر خیال کیا''۔[1]

اس جگہ پڑھنے کی معنیٰ زیادہ موزوں ہے۔ کیوں کہ کتاب اللہ کے مقابلہ میں ہے کہ وہ (یہودی) کتاب اللہ کو چھوڑ کر اس کے بدلے جادو کے علم کو پڑھنے لگے۔ امام رازی بھی اس وجہ کو ترجیح دیتا ہے۔[2]

اس طرح امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کا معنیٰ بھی مناسب ہے۔ کیوں کہ انہوں نے اپنی نفسانی خواہش کے مطابق کتاب اللہ سے جادو کے علم کو بہتر جانا۔

باقی اتباع والی معنیٰ یہاں ایسی مناسب نہیں ہے کیوں کہ یہ لفظ پہلے موجود ہے کہ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ اسلئے اوپر والی دونوں معانی مناسب ہیں۔

یہود کے الزامات اور بہتانوں کی تردید

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ

عَلٰى عَهْدِ مُلْكِ سُلَيْمَانَ قَالَهُ الزُّجَاجُ وَقِيْلَ الْمَعْنٰى فِيْ مُلْكِ سُلَيْمَانَ يَعْنِيْ فِيْ قِصَصِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَاَخْبَارِهٖ قَالَ

---

[1] تفسیر قرطبی ۲:۳۶ [2] تفسیر کبیر ۳:۲۳

الْفَرَّآءُ تُصْلِحُ عَلٰى وَفِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ وَالْاَوَّلِ اَظْهَرُ وَقَدْ كَانُوْا يَظُنُّوْنَ اَنَّ هٰذَا هُوَ عِلْمُ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهُ يَسْتَجِيْزُهُ وَيَقُوْلُ بِهٖ فَرَدَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا وَلَمْ يَتَقَدَّمْ اِنَّ اَحَدًا نَسَبَ سُلَيْمَانَ اِلَى الْكُفْرِ وَلٰكِنْ لَمَّا نَسَبَتْهُ الْيَهُوْدُ اِلَى السِّحْرِ صَارُوْا بِمَنْزِلَةِ مَنْ نَسَبَهُ اِلَى الْكُفْرِ لِاَنَّ السِّحْرَ يُوْجِبُ ذٰلِكَ وَلِهٰذَا اَثْبَتَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ كُفْرَ الشَّيَاطِيْنِ فَقَالَ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا اَیْ بِتَعْلِيْمِهِمْ

''بقول استاد زجاج اس کی معنیٰ عَلٰی عَهْدِ مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ہے۔ یعنی 'عہد' مضاف محذوف ہے۔ معنیٰ ہوئے کہ سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی کے دور اور زمانے میں۔ بعض نے کہا ''عَلٰی'' بمعنیٰ ''فِی'' کے ہے۔ یعنی اس کی بادشاہی کے واقعات اور خبروں میں۔ استاد فــــراءِ کہتا ہے کہ اس جگہ پر 'عَلٰی'' یا 'فی' دونوں معنائیں درست ہوسکتی ہیں۔ مگر پہلی معنیٰ زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ مطلب کہ شیطانوں کی تعلیم کی وجہ سے بعض لوگوں نے سمجھا کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا علم ہے اور وہ اس کا قائل ہے۔ اور جائز سمجھتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا کہ یہ کفر سلیمان علیہ السلام نے نہیں، بلکہ شیطانوں نے کیا۔ اگرچہ اوپر ایسا بیان وارد شدہ نہیں ہے کہ کفر کی نسبت سلیمان علیہ السلام کی طرف کس نے کی تھی لیکن چونکہ انہوں نے اس پر جادو کی نسبت کی تو گویا کہ کفر کی نسبت کر چکے اور اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا کہ یہ کفر شیطانوں نے جادو سکھانے کے لئے کیا''۔ [1]

[1] تفسیر الشوکانی ۱:۱۰۱

سلیمان علیہ السلام کی براءۃ

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

اس آیت میں سلیمان علیہ السلام کی براءۃ ظاہر کی گئی ہے اور یہودیوں کے بہتانوں اور الزامات سے ان کو پاک کیا گیا ہے۔

فائدہ: ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ سلیمان سلمان کی تصغیر ہے اور سلمان، سلم سے فعلان کے وزن پر ہے۔ اس کی مؤنث سلمیٰ ہے جیسے سکران اور سکریٰ اور غضبیٰ[1]

سحر (جادو) کفر اور شیطانی عمل ہے

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ[2]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سحر کفر ہے۔

فَذَهَبَ مَالِكٌ اِلٰى اَنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا سَحَرَ نَفْسُهُ بِكَلَامٍ يَكُوْنُ كُفْرًا يُقْتَلُ وَلَا يُسْتَتَابُ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ لِاَنَّهُ اَمْرٌ يُسْتَتَرُ كَالزِّنْدِيْقِ وَالزَّانِيْ وَلِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَمَّى السِّحْرَ كُفْرٌ بِقَوْلِهٖ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ.

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان کسی کلام کے ذریعہ جادو کرتا ہے تو وہ کافر ہوجاتا ہے۔ اس کو (سزا دے کر) قتل کیا جائے

---

[1] لسان العرب ۲۱: ۳۰۰ [2] سورۃ البقرۃ۔ آیت: ۱۰۲

اور توبہ کرنے کا نہ کہا جائے کہ یہ امر پوشیدہ ہوتا ہے، جیسا کہ زندیق اور زانی کا عمل ظاہر ہوتا ہے اور یہ سزا اس لئے ہے کہ جادو کو اللہ نے کفر کہا ہے!''

اس آیت کے تحت امام شوکانی فرماتے ہیں:

وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى اَنَّ تَعَلُّمَ السِّحْرِ كُفْرٌ وَظَاهِرُ عَدَمِ الْفَرْقِ بَيْنَ الْمُعْتَقِدِ وَغَيْرِ الْمُعْتَقِدِ وَبَيْنَ مَنْ تَعَلَّمَهُ لِيَكُوْنَ سَاحِرًا اَوْ مَنْ تَعَلَّمَهُ لِيَقْدِرَ عَلٰى دَفْعِهِ...... اھ.

''اس (آیت) میں دلیل ہے کہ جادو کا سیکھنا کفر ہے۔ خواہ اس میں اعتقاد رکھ کر سیکھے یا اعتقاد نہ رکھے اور اسی طرح جادوگر بننے کے لئے سیکھے یا اس کو رد کرنے کے لئے سیکھے اس میں کوئی بھی فرق نہیں ہے''۔

جادو کے نقصانات

جادو ایک ایسا خطرناک فعل ہے جس میں کتنے ہی دینی خواہ دنیوی نقصانات ہیں۔ مثلاً:

(۱) اس قسم کے آدمیوں کا اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ نہیں رہتا اور عقیدہ صحیح نہیں رہتا۔

(۲) ایسے کام کرنیوالے کو عالم الغیب (بھید کی خبریں دینے والا) سمجھا جاتا ہے۔

(۳) بلکہ خود جادو کرنے والا اپنے لیے اس قسم کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ تینوں کام کفر کے ہیں۔

(۴) اس طرح کئی قسم کے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ نیز کسی کو ناحق جانی اور مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۵) اس کام میں جھوٹ بولنا پڑتا ہے اور ایسے جھوٹے (لوگوں) میں ایمان کہاں سے آئے گا؟

(۶) کتنے ہی برے کاموں مثلاً: زنا، لواطت، چوری وغیرہ جیسے موذی وقبیح جرائم کے لئے اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح نجومیوں اور فال نکالنے والوں کے یہی کام ہیں کہ وہ بھی غیب کی خبریں بتاتے ہیں۔

احادیث میں جادو اور کہانت پر یقین رکھنے والوں کی سزا

اس کے متعلق الترغیب والترہیب للمنذری ۴:۳۱ تا ۳۷ سے کچھ احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث (۱): عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ. قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْکُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبَا، وَأَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ، وَالتَّوَلِّی یَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ.[1]

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک اور برباد کرنے والے گناہوں سے بچو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔

[1] صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ ان الذین یأکلون اموال الیتامی (۲۷۶۶)، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرھا (۱۴۵)

اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون سے ہیں؟ فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) کسی جان کا ناحق قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام ٹھہرایا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) لڑائی کے میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا (۷) پاکدامن بے خبر مسلمان عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

حدیث (۲): وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً، ثُمَّ نَفَثَ فِیْهَا فَقَدْ سَحَرَ، وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَعَلَّقَ شَیْئًا وُكِّلَ اِلَیْهِ .[۱]

''ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے صرف گرہ باندھ کر اس پر پھونک ماری تو اس نے جادو کیا اور جس نے جادو کیا تو اس نے شرک کیا اور جس نے کوئی لٹکانے والی چیز (تعویذ، دھاگا، گنڈا وغیرہ) لٹکائی تو وہ اسی کے حوالے کیا جاتا ہے''۔

حدیث(۳): عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: كَانَ لِدَاوُدَ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَیْهِ سَاعَةٌ یُوْقِظُ فِیْهَا اَهْلَهُ یَقُوْلُ یَا اٰلَ دَاوُدَ قُوْمُوْا فَصَلُّوْا فَاِنَّ هٰذِهِ السَّاعَةَ یَسْتَجِیْبُ اللّٰهُ فِیْهَا الدُّعَاءَ اِلَّا لِسَاحِرٍ اَوْ عَشَّارٍ [۲]

''عثمان بن ابی العاص ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کے نبی داود علیہ السلام (رات کی گھڑی) میں اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اٹھو اور نماز پڑھو کیوں کہ اس

---

۱ رواہ النسائی، کتاب التحریم الدم، باب الحکم فی السحر (۴۰۸۴)

۲ رواہ احمد ۴:۲۲ (۱۵۸۴۶)

گھڑی (ساعت) میں اللہ تعالیٰ جادوگر یا ظلم سے ٹیکس لینے والے کے علاوہ ہر کسی کی دعا قبول فرماتا ہے''۔

حدیث (٤): عَنْ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْ تُطَيِّرَلَهٗ اَوْتَكَهَّنَ اَوْتُكُهِّنَ لَهٗ اَوْسَحَرَ اَوْ سُحِرَلَهٗ وَمَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

''عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ آدمی ہماری امت (جماعت) میں سے نہیں ہے جو کسی چیز سے بدفالی بدشگونی یا نحوست، شومی لے یا اس کے لئے لی جائے یا نجومی اور کاہن بنکر غیب کی خبریں بتانے کی دعویٰ کرے یا جس کے لئے ایسا کام کیا جائے یا جادو کرے یا جس کے لئے جادو کیا جائے اور جو کوئی شخص نجومی کے پاس جائے اور جو خبر اس نے بتائی اس کو سچا جانے تو اس نے محمد ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس کی تکذیب کی (یعنی قرآن کریم کی اور آپ کی رسالت اور نبوت کی)۔

فائدہ

عام طرح لوٹے پھرانے والے جو چوروں کے نام نکالتے ہیں وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں، کیوں کہ اس طرح لوگوں میں کافی جھگڑے اور فتنے برپا ہوتے ہیں۔ بلکہ ہمارے مشاہدہ میں آیا ہے کہ کئی مرتبہ غلط نام نکلتے ہیں۔

راقم الحروف کے پاس ایک مرتبہ ایسا معاملہ آیا کہ ایک مولوی کے پاس کچھ

---

[1] رواہ البزار باسناد جید فی مسند عمران بن الحصین (۳۵۷۸)

کتب تھیں جن میں سے کچھ پڑھ کر چوروں کو ظاہر کرتا تھا۔ ایک فیصلہ کے وقت اس کی بے خبری میں اس کی کتابیں ایک آدمی نے چھپادیں، بعد میں اس نے دعویٰ کیا کہ میں چھپانے والے کو ظاہر کروں گا۔ چنانچہ گندم کی پکی ہوئی روٹی پر کچھ پڑھا اور بیٹھنے والوں کو ٹکڑا ٹکڑا کر کے کھلایا اور دعویٰ کیا کہ جس نے میری کتابیں چھپائی ہیں اس کو حلق میں روٹی کا ٹکڑا پھنس جائے گا وہ نگل نہیں سکے گا۔ مگر اس چھپانے والے سمیت سب روٹی کھا گئے اور کسی کو کچھ نہ ہوا۔ جس پر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل کر کے اسکا راز فاش کردیا۔

حدیث (۵): عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لَهُ مَاسِوىٰ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ مَنْ مَاتَ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَمْ يَكُنْ سَاحِرًا يَّتَّبِعُ السَّحَرَةَ وَلَمْ يَحْقِدْ عَلٰى اَخِيْهِ۔[1]

''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں تین گناہوں میں سے کوئی ایک گناہ بھی نہیں ہے تو دوسرے گناہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بخش دے گا (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس کو شریک نہ کرے۔ (۲) جادوگر نہ ہو نہ ان کے پیچھے چلنے والا ہو (۳) اپنے کسی مسلمان بھائی سے حسد نہ کرتا ہو''۔

حدیث (۶): عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ

---

[1] رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر (۱۳۰۰۴، ۱۱۲، ۲۴۳)، معجم الاوسط ۲۸۱:۱ (۹۱۷)

بِمَا قَالَ فَقَدْ كَفَرَ بِمَآ اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . رواه البزار بِاَسْنَادٍ جَيِّدٍ قَوِيٍّ [1]

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص کسی نجومی یا غیب کی خبریں دینے والے کے پاس آیا اوراس کی کہی ہوئی باتوں کو سچا سمجھا تو اس نے کفر کیا اس چیز کا جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے''۔

حدیث (۷): عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى كَاهِناً فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ فَقَدْ بَرِئَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ اَتَاهُ غَيْرَ مُصَدِّقٍ لَهُ لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً. [2]

''انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی نجومی کے پاس آیا اوراس کی باتوں کی تصدیق کی تو وہ اس دین سے بیزار ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔لیکن اگراس کے پاس آیا اورتصدیق نہیں کی پھر بھی اس کی چالیس (دن) رات کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی''۔

حدیث (۸): عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَتٰى عَرَّافاً فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ (فَصَدَّقَهُ) لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا. [3]

''رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج مطہرات سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی جادوگر یا غیب کی خبریں دینے کی دعویٰ کرنے

---

[1] رواہ البزار۔(۱۸۷۳،۱۹۳۱) [2] رواہ الطبرانی فی الاوسط (۶۶۷۰)

[3] رواہ مسلم: کتاب السلام۔باب تحریم الکهانة واتیان الکهان (۲۲۳۰)

والے سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا اور اس کی باتوں کو سچا جانا تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی''۔

اسی طرح ابوداؤد نسائی، ترمذی اور حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور بزار، ابویعلیٰ اور طبرانی میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی حدیثیں آئی ہیں۔

حدیث (۹): عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَلَا مُؤْمِنٌ بِسِحْرٍ وَلَا قَاطِعٌ .[1]

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ جنت میں نہیں جائیں گے (۱) دائمی شراب پینے والا (۲) جادو کو ماننے والا (۳) رشتہ داری کو توڑنے والا۔

سحر کے لغوی معنٰی

اَلسِّحْرُ : (جادو) ایسا عمل ہے جس کے ذریعے سے شیطان کی مدد اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہو۔ اصل سحر بمعنٰی کسی چیز کو اپنی حقیقت سے پھیرنا۔ یعنی کوئی باطل اور جھوٹ کو حق کے روپ میں دکھائے۔ جمع اس کا ہے اسحار اور سحور، سحر یسحر سحرا (س کی زیر اور زبر کے ساتھ) وسحرۃ ورجل ساحر جمع السحرۃ اور السحار اور ساحر کا فعال السحار ہے۔ جیسے

یَأْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ [2]

''جو ہر سیانے ساحر کو آپ کے پاس لے آئیں''۔

---

[1] رواہ ابن حبان فی الصحیح (۶۱۰۴) [2] سورۃ الشعرآء۔ آیت: ۳۷

وغیرھا من الأیات۔ مسحور بمعنیٰ بے عقل اور السحر الخدیعة یعنی دوکھا، اور بمعنیٰ غذا بھی آیا ہے۔ سحرہ بالطعام والشراب غذاہ یعنی اس کو غذا دی، السحر (حاء کی جزم اور زیر کے ساتھ) رات کا آخری حصہ صبح سے پہلے یعنی صبح کا وقت۔[1]

علماء لغت کے ہاں سحر کا اصل معنیٰ یہ ہے کہ:

اَلسِّحْرُ عَمَلٌ تُقَرَّبُ فِيْهِ اِلَى الشَّيْطَانَ وَبِمَعُوْنَةٍ مِنْهُ كُلُّ ذٰلِكَ الْاَمْرُ كَيْنُوْنَةٍ لِلسِّحْرِ.

''ایسا عمل جس کے ذریعے شیطان کی طرف نزدیکی حاصل ہو یا اس کی مدد حاصل ہو۔ ایسے سب کام جادو کے طریقے ہیں''۔

وَمِنَ السِّحْرِ الْاُخْذَةُ الَّتِیْ تَاْخُذُ الْعَيْنُ حَتّٰى يَظُنُّ اَنَّ الْاَمْرَ كَمَا يَرٰى وَلَيْسَ الْاَمْرُ عَلٰى مَايَرٰى

''جادو کی یہ قسم بھی ہے کہ آنکھ کو پکڑنا یا باندھنا، اس طرح کہ جو چیز جس نمونے سے دیکھنے میں آئے اس کو اسی طرح سمجھا جائے، مگر اصل میں ایسا نہ ہو''۔

وَكُلُّ مَا لَطُفَ مَاْخُذُهٗ وَدَقَّ فَهُوَ سِحْرٌ

''جس چیز کی پکڑ باریک اور دقیق ہو، تو یہ سحر ہے''۔

اسی طرح قابلیت والا مضمون یا شعر جس میں اثر ہو اس کو بھی سحر کہا جاتا ہے۔ جیسے حدیث میں آیا ہے:

اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا.[2]

''بعض بیان بھی جادو ہوتے ہیں''۔

---

[1] لسان العرب ۴: ۳۴۸ تا ۳۵۰

[2] الجامع الصغیر ۱: ۹۷ بحوالہ احمد ۲: ۱۶ (۴۶۵۰)، صحیح بخاری النکاح، باب الخطبۃ، (۵۱۴۶، ۵۷۶۷)، ابوداود، کتاب الادب (۴۳۵۴) ترمذی من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ

امام ابوعبیدۃ رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب ہے کہ کوئی کلام (بسا اوقات) ایسا ہوتا ہے کہ سننے والوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔ چاہے اس میں کسی کی تعریف ہو یا تذلیل۔

اسی طرح ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اصل سحر یہ ہے کہ کسی چیز کو اپنی حقیقت سے پھیر دیا جائے، ساحر باطل کو حقیقت کے رنگ میں پیش کرتا ہے اور دوسروں کو یہ تاثر اور خیال دلاتا ہے کہ وہ اس کو حق سمجھیں۔[1]

جادو کے متعلق اہل سنت کا موقف

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

ذَهَبَ اَهْلُ السُّنَّةِ اِلٰى اَنَّ السِّحْرُ ثَابِتٌ وَلَهُ حَقِيْقَةٌ وَّذَهَبَ عَامَّةُ الْمُعْتَزِلَةِ وَاَبُوْاِسْحَاقُ الْاَسْتَرَابَادِيُّ مِنْ اَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ اِلٰى اَنَّ السِّحْرَ لَا حَقِيْقَةَ لَهُ وَاِنَّمَا هُوَ تَمْوِيْهِ وَتَخْيِيْلٌ وَاِيْهَامٌ لِكَوْنِ الشَّيْءِ عَلٰى مَاهُوَ بِهِ وَاِنَّهُ ضَرَبَ مِنَ الْخِفَّةِ وَالشَّعْوَذَةِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى وَلَمْ يَقُلْ تَسْعٰى عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَلٰكِنْ قَالَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ وَهٰذَا لَا حُجَّةَ فِيْهِ لِاَنَّا لَا نُنْكِرُ اَنْ يَكُوْنَ التَّخْيِيْلُ وَغَيْرُهُ مِنْ جُعْلَةِ

---

[1] لسان العرب ۴: ۳۴۸ وہکذا فی عامۃ کتب اللغۃ

السِّحْرِ لٰکِنْ ثَبَتَ وَرَآءَ ذٰلِکَ اُمُوْرٌ جَوَّزَهَا الْعَقْلُ وَرَدَّ بِهَا السَّمْعُ فَمِنْ ذٰلِکَ مَاجَآءَ فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ مِنْ ذِكْرِ السِّحْرِ وَتَعْلِيْمِهٖ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ حَقِيْقَةٌ لَمْ يَكُنْ تَعْلِيْمُهٗ وَلَا اَخْبَرَ تَعَالٰى اَنَّهُمْ يَعْلَمُوْنَهُ النَّاسَ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ لَهٗ حَقِيْقَةً وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فِیْ قِصَّةِ سَحَرَةِ فِرْعَوْنَ وَجَآؤُا بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ وَسُوْرَةُ الْفَلَقِ مَعَ اِتِّفَاقِ الْمُفَسِّرِيْنَ عَلٰى اَنَّ سَبَبَ نُزُوْلِهَا مَا كَانَ مِنْ سِحْرِ لَبِيْدِ ابْنِ الْاَعْصَمِ وَهُوَ مِمَّا خَرَجَهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ وَغَيْرُهُمَا عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَحَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدِیٌّ مِنْ يَهُوْدِ بَنِیْ زُرَيْقٍ يُقَالُ لَهٗ لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ الْحَدِيْثُ وَفِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا حَلَّ السِّحْرُ اَنَّ اللّٰهَ شَفَانِیْ وَالشِّفَاءُ اِنَّمَا يَكُوْنُ بِرَفْعِ الْعِلَّةِ وَزَوَالِ الْمَرْضِ فَدَلَّ عَلٰى اَنَّ لَهٗ حَقًّا وَحَقِيْقَةً فَهُوَ مَقْطُوْعٌ بِهٖ بِاَخْبَارِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ عَلٰى وُجُوْدِهٖ وَوُقُوْعِهٖ وَعَلٰى هٰذَا اَهْلُ الْحِلِّ وَالْعُقْدِ الَّذِيْنَ يَنْعَقِدُ بِهِمُ الْاِجْمَاعُ وَلَا عِبْرَةَ مَعَ اِتِّفَاقِهِمْ بَحُثَالَةِ الْمُعْتَزِلَةِ وَمُخَالِفَتِهِمْ اَهْلُ الْحَقِّ وَلَقَدْ شَاعَ السِّحْرُ وَذَاعَ فِیْ سَابِقِ الزَّمَانِ وَتُكَلِّمُ النَّاسُ فِيْهِ وَلَمْ يَبْدُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِيْنَ اِنْكَارُهٗ اَصْلَهٗ۔[1]

[1] تفسیر قرطبی:۲:۴۰

''اہل سنت کا یہ مسلک ہے کہ جادو ہوتا ہے اور اس کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہے۔ عام طور پر معتزلہ اور شافعین میں سے ابواسحاق الاسترآبادی اس خیال کے ہیں کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہے، صرف خیال دلوانا اور وہم ڈالنا ہے اور شعبدہ بازی کا ایک قسم ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى

''پھر ان کے سحر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دوڑنے لگی ہیں'' [1]

یعنی ان کے جادو کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو خیال ہوا کہ یہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑ رہی ہیں۔ مگر یوں نہ کہا کہ حقیقت میں دوڑ رہی ہیں۔ بلکہ کہا: يُخَيَّلُ إِلَيْهِ یعنی اس کو ایسا محسوس کروایا گیا اور فرمایا:

سَحَرُوٓا أَعْيُنَ النَّاسِ

''انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور سحر کیا''۔ [2]

مگر اس میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس تخیل کا ہم انکار نہیں کرتے، نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ جادو میں خیال نہیں دلایا جاتا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس خیال کے پیچھے بعد میں کئی ایسی حقیقتیں ثابت ہوتی ہیں جن کے لئے عقلی خواہ نقلی دلائل انکار نہیں کرتے کیونکہ اس آیۃ (يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ) میں اس علم کے سکھانے کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ اس کی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرعون کے قصہ میں فرماتے ہیں:

وَجَآءُو بِسِحْرٍ عَظِيمٍ

''انہوں نے بہت بڑا جادو پیش کیا''۔ [3]

اس کے علاوہ سورۃ الفلق جس کے شان نزول کے بارے میں تمام مفسرین

---

[1] سورۃ طٰہٰ۔ آیت:۶۶ [2] سورۃ الاعراف۔ آیت:۱۱۶ [3] سورۃ الاعراف۔ آیت:۱۱۶

کا اتفاق ہے کہ لبید بن اعصم یہودی نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا، جس کے بارے میں یہ سورۃ نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ بخاری، مسلم اور دوسرے کتابوں میں اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ اس میں بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کی طبیعت) سے جب جادو کا اثر ختم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ شَفَانِی ''مجھے اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی ہے۔''

ظاہر ہے کہ شفا کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی مرض رفع ہوتا ہے اور بیماری دور ہوتی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس کی کوئی نہ کوئی حقیقت ضرور ہے۔ اسی طرح فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔

نیز اہل حل وعقد سب اس بات پر متفق ہیں۔ اس لئے معتزلین کی مخالفت کا کوئی ڈر نہیں ہے، بلکہ پہلے زمانے میں جادو، علم کے طور پر مشہور تھا، کسی صحابی یا تابعی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔''

سحر، کرامات اور معجزہ میں فرق

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے[1] سحر اور نجومیوں کے علم اور نبیوں کے معجزات اور ولیوں کی کرامات کے درمیان فرق کرنے کے لئے چند وجوہات پیش کی ہیں، جن کو یہاں اختصار سے پیش کیا جاتا ہے:

(۱) انبیاء علیہم السلام جو بھی ایسی خبریں بتاتے تھے یا کوئی خرقِ عادت کام صادر فرماتے تھے تو یہ بالکل حقیقت اور سچ ہوتا تھا۔ اس میں کسی قسم کا جھوٹ نہیں

---

[1] کتاب النبوات ص ۲۹۶ تا ۳۰۵

ہوتا تھا۔ مگر جادوگروں اور نجومیوں کی باتوں میں کئی جھوٹ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس لئے دونوں برابر نہیں کہلائیں گے۔

(۲) انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ہمیشہ عدل و انصاف پر مبنی ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ نیکیوں کا امر اور برائیوں سے منع کرتے تھے۔ مگر جادوگروں اور کاہنوں کا طریقہ اس کے برعکس ہوتا ہے کہ کئی مرتبہ گناہ جیسے برے کام بتاتے ہیں۔ جس میں کئی باتیں ظلم اور ناحق کی بھی ہوتی ہیں اور ایسے کام سکھاتے ہیں جو اللہ کے ہاں حرام ہیں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَالَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ

"کہہ دیجئے میرے رب کی حرام کردہ چیزوں میں یہ ہیں۔ بے حیائی ظاہر یا خفیہ اور گناہ کے کام اور ناحق زیادتی اور یہ کہ تم اللہ کے شریک بناؤ جس کے لئے اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور تم اللہ کے ذمے ایسی باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔"[1]

اللہ کے برگزیدہ پیغمبر علیہم السلام ان تمام کاموں سے روکتے ہیں۔ اس لئے فرق ظاہر ہے۔

(۳) جادوگروں اور نجومیوں کی عادات وہی ہیں جو ہمیشہ غیر نبیوں کی ہوتی ہیں۔ یعنی ان جیسے جادوگر اور نجومی یا اہل کتاب یا بدعتی یا فاسق اور فاجر کی۔ اسکے برعکس ہر نبی کی عادات وہ ہیں جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ہوتی ہیں۔

(۴) انبیاء کرام علیہم السلام کی نشانیاں اور معجزات اگرچہ کسبی نہیں ہیں کہ کسی کمائی

---

[1] سورۃ الاعراف۔ آیت: ۳۳

اور محنت سے حاصل ہوں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہبی اور عطائی ہیں۔ اگر ان کو بفرض محال کسبی تسلیم بھی کیا جائے تو پھر بھی یہ نعمت کسی جھوٹے یا ظالم، فاسق اور فاجر کو محنت سے حاصل نہیں ہوگی۔ بلکہ نبیوں جیسے صادق، عادل اور متقی لوگ حاصل کرسکتے ہیں۔ اس کے برعکس نجومیوں اور جادوگروں کا علم حاصل کرنے والے بڑے بدمعاش جھوٹے اور رہزن ہوتے ہیں، کیونکہ وہ شیطانی علم ہے اور شیطان بدکار اور جھوٹوں پر ہی وارد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾

''آپ کہیئے کہ: کیا میں تمہیں بتاؤں شیطان کس پر نازل ہوتے ہیں؟ وہ ہر جعل ساز گنہگار پر نازل ہوتے ہیں جو اپنے کان لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔'' [1]

(۵) نجومیوں اور جادوگروں کا علم ایسا نہیں ہے کہ کوئی دوسرا انسان یا جن نہ کرسکے۔ اس کے برعکس نبیوں کے معجزات ایسے ہیں کہ کوئی دوسرا جن یا انسان ایسا نہیں ہے کہ ان کے مقابلہ میں آ کر خلافِ عادت اور خرقِ عادت کرتب دکھا سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے حق میں فرمایا جو ایک عظیم معجزہ ہے:

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴿٨٨﴾

''آپ ان سے کہیئے کہ: اگر تم انسان اور جن مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز بنا

[1] سورۃ الشعراء۔ آیت: ۲۲۱ تا ۲۲۳

لاؤ تو نہ لاسکو گے خواہ وہ سب ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔"[1]

(۶) جادوگر اور نجومی، مشرک، یہودی اور نصاریٰ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سارے مخالف جو ایسے کرتب دکھاتے ہیں، تو ان کے مقابلہ کے لئے کئی اور جادوگر کھڑے ہو کر ان ہی جیسے بلکہ ان سے بھی بڑھ کر کرتب دکھاتے ہیں۔ جس طرح ہمیشہ جادوگر ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا، جس طرح قرآن میں ہے:

فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ

"سو ہم بھی اس قسم کا سحر لاتے ہیں۔"[2]

مگر انبیاء کرام علیہم السلام نے جو کام کر دکھائے، ان جیسے کام آج تک کوئی نہیں دکھا سکا ہے اور نہ دکھا سکے گا۔

(۷) انبیاء علیہم السلام نے جو خوارق العادات یعنی سپر نیچرل (Super Natural) کام کر دکھائے، وہ واقعی ایسے کام ہیں جو فطری (Natural) نہیں ہیں۔ کسی جن وانس نے ایسا کام نہ اس سے پہلے کیا، نہ بعد میں۔ مگر نجومیوں اور جادوگروں کے یہ کام کئی آدمی کرتے رہتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے جادوگروں والے کام پچھلے جادوگر بھی کرتے رہے ہیں۔ پھر سچ سچ ہوا اور جھوٹ جھوٹ ثابت ہوتا رہا۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت: ۸۸ [2] سورۃ طٰہٰ۔ آیت: ۵۸

''کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ کے دل پر مہر لگا دیتا اور اللہ تعالیٰ تو باطل مٹاتا ہے اور اپنے کلمات سے حق کو حق ثابت کرتا ہے بلاشبہ وہی دلوں کے راز تک جانتا ہے۔''[1]

(۸) انبیاء علیہم السلام کی نشانیاں اور آیات خاص اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ کسی مخلوق، فرشتے، خواہ نبی، جن یا انسان، کسی کے بھی بس میں نہیں، مگر جادوگروں اور نجومیوں کے کاموں پر کوئی بھی انسان اگر کوشش کرے تو قادر ہوسکتا ہے، کیونکہ کئی نئے آدمی یہ کام سیکھتے اور کرتے رہتے ہیں۔

(۹) جادوگر وغیرہ کے کاموں میں ان کے فعل کو بڑا دخل ہے۔ کبھی تو اس کام کے لئے دعائیں مانگتے ہیں تو کبھی تگ و دو اور کوشش کرتے ہیں۔ کبھی تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جنات ہمارے تابع ہیں اور وہ ہمارے کام کرواتے ہیں۔ مگر نبوت کی نشانیاں اور آیات اس طرح نہیں ہیں۔ ان میں دعا یا کوشش کو کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و شرف بڑھانے کے لئے کوئی بھی آیت ان کی طرف نازل فرمائے یا ان کے ہاتھوں کوئی نشانی ظاہر فرمائے۔

(۱۰) نبی کریم ﷺ سے پہلے بھی کئی انبیاء علیہم السلام گذر چکے ہیں۔ آپ کی تعلیم و تبلیغ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح تھی۔ یعنی یہ دعوت دینا کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے، اس کی شریعت کی تابعداری کی جائے۔ قیامت کے دن کو سچا مانا جائے اور اللہ کی تمام کتب اور رسول علیہم السلام کو برحق مانا جائے۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

---

[1] سورۃ شوریٰ۔ آیت: ۲۴

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾

"اور آپ سے پہلے ہم نے جو رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ: میرے سوا کوئی الٰہ نہیں لہٰذا صرف میری ہی عبادت کرو۔"[1]

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟

"رسول پر جو کچھ اس کے رب کی طرف سے نازل ہوا، اس پر وہ خود بھی ایمان لایا اور سب مومن بھی ایمان لائے۔ یہ سب اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔"[2]

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَعِیْسٰى وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ٘ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ

"تم کہو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہم پر اتارا گیا ہے اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم، اسماعیل، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا تھا اور اس وحی و ہدایت پر بھی جو موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے رب

[1] سورۃ الانبیاء۔ آیت: ۲۵ [2] سورۃ البقرہ۔ آیت: ۲۸۵

کی طرف سے دی گئی۔ ان میں سے کسی میں بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اسکے فرمانبردار ہیں۔ سو اگر یہ اہل کتاب ایسے ہی ایمان لائیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پالیں گے اور اگر اس سے پھریں تو وہ ہٹ دھرمی پر ہیں۔'' [1]

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ

''بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر، روزِ قیامت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔'' [2]

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝

''اس نے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا نوح کو حکم دیا اور جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا اور جس کا ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا۔ آپ ان مشرکوں کو جس بات کی دعوت دیتے ہیں وہی ان پر گراں گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے لئے چن لیتا ہے اور اپنی طرف اس کو راہ دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔'' [3]

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ڛ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ

[1] سورۃ البقرہ۔ آیت: ۱۳۶ تا ۱۳۷ [2] سورۃ البقرہ۔ آیت: ۱۷۷ [3] سورۃ الشوریٰ۔ آیت: ۱۳

''اسی نے آپ پر کتاب اتاری جو حق لے کر آئی ہے اور اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل اتاری۔ اس سے پیشتر لوگوں کی ہدایت کے لئے اور ان کے بعد فرقان (قرآن مجید) نازل کیا۔ بلاشبہ اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کریں انہیں سخت سزا ملے گی۔'' [1]

ثابت ہوا کہ سارے انبیاء علیہم السلام موحد، قیامت کو ماننے والے اور آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے اور سچا ماننے والے ہیں۔ اسکے برعکس جادوگر اور نجومی اکثر مشرک، کچھ شیطانوں کے پجاری تو کچھ پرلے درجہ کے فاسق اور فاجر اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف اور ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے والے ہوتے ہیں۔ یعنی ان کا طریقہ نبیوں کے طریقے کے بالکل برعکس ہے۔ پھر دونوں کی دکھلائی ہوئی نشانیاں ایک درجہ کی کیسے ہوسکتی ہیں؟

فرشتوں کی طرف جادو کی نسبت کرنا اسلامی عقائد کے منافی ہے

وَمَا اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ

یہ ''مَا'' نفی کی ہے اور ''وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ'' پر عطف ہے۔ یعنی یہ کفر (جادو کرنا یا سکھانا) نہ سلیمان علیہ السلام نے کیا اور نہ دو فرشتوں کی طرف ایسا حکم اترا۔ یعنی یہودیوں کے اس قول کو رد اور جھوٹا کر دیا گیا کہ سلیمان علیہ السلام جادو کرتے تھے اور اس نے ہمیں سکھایا اور کہا کہ دو فرشتوں کی طرف ایسا حکم نازل کیا

[1] سورۃ آل عمران۔آیت: ۳ تا ۴

گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ سارا کام شیطانوں کا ہے اور انہوں نے ہی ان لوگوں کو سکھایا تھا۔

کئی محققین اور مفسرین نے بھی اس طرح کہا ہے۔[1] اس کے مطابق ہم نے آیۃ کا ترجمہ کیا ہے۔

اور جو مفسرین مَا کو موصولہ کہتے ہیں، تو اس کے مطابق "مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ" پر عطف ہوگا اور معنیٰ یہ ہوگی کہ وہ یہودی کتاب اللہ کو چھوڑ کر اس کے بجائے اس چیز کے پیچھے لگے جس کو شیطان پڑھتے تھے۔ یعنی جادو سکھاتے تھے اور جو کچھ ملائکہ پر نازل کیا گیا اس کے پیچھے لگتے تھے۔

مگر ہم نے بیں قرینے ذکر کیے ہیں، جس کے سبب یہ معنیٰ درست نہیں۔ کیونکہ یہ معانی اسلامی عقائد کے خلاف، پاک بندوں (ملائکہ) کی شان کے منافی اور کئی دوسرے مفاسد کی حامل ہے۔ اس لئے وہی معنیٰ درست اور صحیح ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔ یعنی یہ کہ "ما" نافیہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس الزام اور بہتان کو غلط قرار دیا، بلکہ جادو اور اس کی تعلیم شیطان کی طرف سے ہے اور ملائکہ کی شان اس سے بلند ہے۔ صرف غیر ثابت روایات کی بناء پر ایسی نامناسب تفسیر کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے، بلکہ قرآن کی شان کے بھی خلاف ہے۔

ہاروت ماروت کون تھے؟

بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ

ہاروت اور ماروت شیاطین سے بدل ہوں گے۔ یعنی ہاروت اور ماروت

---

[1] تفسیر قرطبی ۲:۴۴

شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ یہاں یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ ہاروت اور ماروت دو ہیں اور شیاطین جمع ہیں۔ پھر تثنیہ ان سے بدل کیسے ہوگا؟

اولاً: اس لئے کہ ایسا اطلاق عرب کے کلام میں ملتا ہے۔ جیسے

فَإِنْ كَانَ لَهُۥٓ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ ٱلسُّدُسُ

''اور اگر اس کے بہن بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے''۔ [1]

حالانکہ ہر عالم جانتا ہے کہ ماں کا حصہ ثلث (تیسرے حصہ) سے کم ہو کر سدس (چھٹا حصہ) ہو جاتا ہے۔ وہ اس وقت ہوتا ہے جب دو بھائی ہوں جیسا کہ علم میراث والے جانتے ہیں۔

ثانیاً: ان سب جادوگروں اور جادو کی تعلیم دینے والوں میں وہ دو (ہاروت اور ماروت) بڑے اور پیشوا ہیں، اس لئے ان کو خاص طور پر ذکر کیا گیا، جیسے اللہ تعالیٰ نے جہنم کے داروغہ ملائکہ کا ذکر کیا ہے کہ:

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝

''اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں'' [2]

چنانچہ ملائکہ اور بھی کئی ہیں۔

ثالثاً: اس لیے کہ جب وہ بڑے اور سرکش تھے، اس لئے ان کو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے

فِيهِمَا فَٰكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۝٦٨

''دونوں میں پھل کھجوریں اور انار ہوں گے۔'' [3]

اسی رکوع کی پہلی آیت میں ہے کہ

---

[1] سورۃ النساء۔ آیت: ۱۱ [2] سورۃ المدثر۔ آیت: ۳۰ [3] سورۃ الرحمٰن۔ آیت: ۶۸

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ

''اس کے فرشتوں کا اس کے رسولوں کا جبریل کا اور میکائیل کا''۔ [1]

جیسے پہلی آیت میں فَاكِهَةٌ کے بعد نَخْلٌ اور رُمَّانٌ کوذکر کیا گیا ہے اور اس آیۃ میں مَلائِکَتِہٖ کے بعد جبرئیل اور میکائیل کا نام لیا گیا ہے۔ اسی طرح شیاطین میں سے خاص ہاروت اور ماروت کا نام لیا گیا ہے۔

رابعاً: آدم علیہ السلام اور اس کی زوجہ حوا کو نیچے اترنے کا حکم ملا اور تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا جیسے

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

''پھر فرمایا کہ: تم دونوں اکٹھے یہاں سے نکل جاؤ کیونکہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو'' [2]

اور اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے جمع کے صیغے میں بھی استعمال فرمایا ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوْا ۔ [3] کئی مفسرین نے تو یہ مراد لی ہے کہ اس میں دونوں میاں بیوی اور ان کی ہونے والی اولاد کو خطاب ہے۔ اُسی طرح یہاں بھی ہاروت و ماروت کو بمع ان کے متبعین کے 'الشیٰطین' کہا گیا ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ:

وَفِي الْكَلَامِ تَقْدِيْمٌ وَتَأْخِيْرٌ، اَلتَّقْدِيْرُ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ بَدَلُ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ فِيْ قَوْلِهٖ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا هٰذَا اَوْلٰى مَا حَمَلَتْ

[1] سورۃ البقرہ۔آیت:۹۸ [2] سورۃ طٰہٰ۔آیت:۱۲۳ [3] سورۃ البقرہ۔آیت:۳۶

عَلَيْهِ الْاٰيَةُ مِنَ التَّأْوِيْلِ وَاَصَحُّ مَاقِيْلَ فِيْهَا وَلَا يَلْتَفِتُ اِلٰى سِوَاهِ وَالسِّحْرُ مِنْ اِسْتِخْرَاجِ الشَّيَاطِيْنِ لِلطَّافَةِ جَوْهَرِهِمْ وَدِقَّةِ اَفْهَامِهِمْ."

"کلام میں تھوڑی تقدیم وتاخیر ہے۔ یعنی عبارت اس طرح ہوگی کہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ۔ یعنی نہ سلیمان علیہ السلام نے کفر کیا نہ یہ حکم دو فرشتوں پر نازل کیا گیا۔ بلکہ شہر بابل میں دو شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اس صورت میں ہاروت و ماروت شیطان سے بدل ہوں گے۔ جو عام طور پر تفسیر کی جاتی ہے کہ ملائکہ وغیرہ نے جادو کی تعلیم دی اس کی بنسبت یہ تفسیر زیادہ بہتر اور صحیح ہے۔ یہ تفسیر توجہ دینے کے لائق نہیں، کیونکہ جادو تو شیطان کا کام ہے، اس لئے کسی صالح بندے کا تو یہ کام ہو ہی نہیں سکتا۔ چہ جائیکہ اعلیٰ و اشرف مخلوق ملائکہ کی طرف ایسے قبیح کام کی نسبت کی جائے۔" [1]

کہتا ہے راقم الحروف یہ تقدیم اور تاخیر (کلام میں آگے پیچھے کرنا) اس کے لئے وجہ موجود ہے کہ یہودیوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہاروت اور ماروت دو مَلک (فرشتے) ہیں، جنہوں نے بابل شہر میں جادو سکھایا تھا اور دوسرا یہ کہ وہ تعلیم اصل میں سلیمان علیہ السلام سے چلی آرہی ہے۔ اس لئے اس کلام میں ان دونوں باتوں کو رد کرنا مقصود تھا۔ اس لئے پہلے سلیمان علیہ السلام کی برأت ظاہر کی گئی کہ اس نے ایسا کفر کا کام ہرگز نہیں کیا اور وہ بات اہم تھی۔ جس کے لئے پہلے اس کو واضح کیا گیا، بلکہ یہ بتایا گیا کہ وہ کام شیطانوں کا کیا ہوا تھا۔

---

1 تفسیر قرطبی ۲:۴۴

جادو شیطانی علم ہے

دوسرے نمبر پر بتایا کہ یہ کام بابل میں شیطانوں نے کیا نہ کہ ملائکہ نے، یعنی درمیان میں وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ لاکر نفی کی گئی ہے کہ وہ ملائکہ نہیں بلکہ شیاطین ہیں اسی طرح کلام نہایت موزون اور مناسب رہتا ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ ہی معنیٰ روایت کرتا ہے۔ یعنی 'ما' نفی بمعنیٰ 'نہیں' کے ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

لَمْ يَنْزِلَ اللّٰهُ السِّحْرَ.

''یعنی اللہ تعالیٰ نے جادو نہیں اتارا ہے''۔

ربیع رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا السِّحْرَ.

''اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں پر جادو کا علم نہیں اتارا ہے''۔

امام موصوف دونوں روایتیں نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:

فَتَأْوِيْلُ الْاٰيَةِ عَلٰى هٰذَا الْمَعْنَى الَّذِىْ ذَكَرْنَاهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالرَّبِيْعِ مِنْ تَوْجِيْهِهِمَا مَعْنٰى قَوْلِهٖ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ اَىْ وَلَمْ يَنْزِلْ عَلَى الْمَلَكَيْنِ وَاتَّبَعُوا الَّذِىْ تَتْلُوا الشَّيَاطِيْنَ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ مِنَ السِّحْرِ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلَا اَنْزَلَ اللّٰهُ السِّحْرَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ

مَارُوْتَ فَيَكُوْنُ حِيْنَئِذٍ قَوْلِهِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ مِنَ الْمُؤَخَّرِ الَّذِيْ مَعْنَاهُ التَّقْدِيْمُ فَإِنْ قَالَ لَنَا قَائِلٌ وَكَيْفَ وَجْهُ تَقْدِيْمِ ذٰلِكَ؟ قِيْلَ وَجْهُ تَقْدِيْمِهِ أَنْ يُّقَالَ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِيْنَ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ وَلٰـكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ فَيَكُوْنُ مَعْنِيًّا بِالْمَلَكَيْنِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ لِاَنَّ سَحَرَةَ الْيَهُوْدِ فِيْمَا ذُكِرَ كَانَتْ تَزْعَمُ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ السِّحْرَ عَلٰى لِسَانِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ اِلٰى سُلَيْمٰنَ بْنِ دَاوُدَ فَاَكْذَبَهَا اللّٰهُ بِذٰلِكَ وَاَخْبَرَ نَبِيَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ لَمْ يَنْزِلَا بِسِحْرٍ قَطٌّ وَبَرَّأَ سُلَيْمَانُ مِمَّا نَحَلُوْهُ مِنَ السِّحْرِ فَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ السِّحْرَ مِنْ عَمَلِ الشَّيَاطِيْنَ وَاِنَّهَا تَعْلَمُ النَّاسَ بِبَابِلَ وَاِنَّ الَّذِيْنَ يُعَلِّمُوْنَهُمْ ذٰلِكَ رَجُلَانِ اسْمُ اَحَدِهِمَا هَارُوْتُ وَاسْمُ الْاٰخِرِ مَارُوْتُ فَيَكُوْنُ هَارُوْتُ وَ مَارُوْتُ عَلٰى هٰذَا التَّاْوِيْلِ تَرْجَمَةً عَلَى النَّاسِ وَرَدًّا عَلَيْهِمْ.

''یہاں پر دونوں (ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ربیع رحمہ اللہ) کے قول کے مطابق 'مَا' نافیہ ہوگی اور تفسیر اس طرح ہوگی کہ وہ یہودی جادو کی کتابیں سلیمان علیہ السلام کے دور میں پڑھنے لگے اور وہ کفر نہ سلیمان علیہ السلام نے کیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے وہ حکم دو فرشتوں پر اتارا۔ بلکہ شیطانوں ہاروت اور ماروت نے کفر کیا کہ بابل شہر میں لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اس طرح 'ببابل ہاروت وماروت' کا جملہ کچھ پیچھے کر کے لایا گیا ہے''۔ [1]

[1] تفسیر ابن جریر ۱:۴۵۲

اگر سوال ہو کہ یہ تقدیم وتاخیر کیسے ہوگی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ: ''سلیمان علیہ السلام کے دور میں جو کچھ شیاطین پڑھتے تھے، وہ اس کے پیچھے لگے اور دو ملائکہ پر ایسا کوئی بھی حکم نازل نہیں کیا گیا ہے، بلکہ شیاطین نے کفر کیا کہ بابل کے شہر میں ہاروت اور ماروت لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اس طرح دو ملائکہ سے مراد جبریل اور میکائل ہوں گے۔ کیونکہ جادوگر یہودیوں نے اپنے گمان کے مطابق کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دو ملائکہ جبرئیل اور میکائیل کے ہاتھوں سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کا علم اتارا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات میں جھٹلایا اور رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام کبھی بھی ایسا جادو کا حکم نہیں لائے اور سلیمان علیہ السلام جس کی طرف جادو کی نسبت کرتے ہیں، وہ بھی پاک اور ان سے بیزار ہے۔ واضح فرمایا کہ یہ عمل شیطانوں کا تھا جو بابل شہر میں وہ لوگوں کو سکھاتے تھے اور سکھانے والے انہیں میں سے ہاروت اور ماروت نامی دو انسان تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا''۔

کہتا ہے راقم الحروف کہ شیطان انسانوں میں بھی ہوتے ہیں، جیسے

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ

''شیطان سیرت انسان اور جن ایک دوسرے کو دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے ہیں۔'' [1]

(پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے۔ ''اسی طرح ہم نے ہر نبی کے انسان اور جن شیطانوں میں سے دشمن بنائے تھے جو دھوکہ دینے کی غرض سے ایک

---

[1] سورۃ الانعام۔ آیت: ۱۱۲

دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے ہیں)"۔ وغیرھا من الآیات۔

اس لئے ہاروت اور ماروت کے نام سے دو شخص تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ علم اللہ کی طرف سے آیا ہے اور دو فرشتے جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لیکر سلیمان علیہ السلام کی طرف آئے تھے یعنی اپنے باطل کو حق بنانے کیلئے اس قسم کی غلط نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹ کو ظاہر کر کے حقیقت بیان کی کہ یہ کام نہ تو انبیاء کرام اور فرشتوں کا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے بلکہ یہ تو ان شیطانوں کا اپنا خود ساختہ ہے۔

فتنہ سے کیا مراد ہے؟

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ

جو مفسرین یا شارح حضرات 'مَا' کو موصولہ قرار دیتے ہیں، وہ اس سے دلیل لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اس سے مراد شیاطین ہیں تو پھر انہوں نے ایسا کیوں کہا اور کفر کہہ کر پھر اس سے کیوں روکتے تھے؟ مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔

اولاً: یہ کہ یہی سوال اس صورت میں وارد ہوگا کہ اگر ہاروت و ماروت ملائکہ تھے تو پھر انہوں نے یہ کیوں کہا؟ اور خود کیوں کفر کا ارتکاب کیا؟

ثانیاً: مثل مشہور ہے کہ:

اَلْاِنْسَانُ حَرِيْصٌ عَلٰى مَامُنِعَ

"جس بات سے انسان کو روکا جاتا ہے انسان اسی پر زیادہ حرص کرتا ہے"۔

آج تک جادوگروں کا یہ حال ہے کہ ان کے پاس جب کوئی نیا سیکھنے والا

جاتا ہے تو اس کو کہتے ہیں، کیوں اپنی جان سے بیزار ہوئے ہو؟ یہ بہت بڑی مصیبت ہے، اس میں بڑے دکھ اور تکالیف ہیں۔ ہماری عمر تو برباد ہوگئی، تو ہمارے پیچھے اپنی عمر مت برباد کر۔ مگر اس کو ایسا کہنے سے زیادہ حرص ہوتا ہے۔ یہ ان کا پرانا طریقہ واردات ہے جو چلا آ رہا ہے۔

ثالثاً: کسی بھی بری صحبت میں کوئی نیا آدمی داخل ہونے کے لئے آتا ہے تو اس کو اس طرح کہا جاتا ہے۔ مثلاً چور اور ڈاکو اپنے گروہ میں شامل ہونے والے کو کہتے ہیں کہ کیوں اپنی جان سے بیزار ہوئے ہو؟ ہم تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر گھومتے ہیں۔ آج یا کل، گرفتار ہوں یا مارے جائیں گے تو اپنی جان کا خیال کر۔ پیچھے بیوی بیوہ اور بچے یتیم ہو جائیں گے اس لئے اپنی جان نہ گنوا، جا کے اپنے روزگار اور بچوں کی فکر کر، ہمارے پیچھے نہ چل۔ مگر اس کہنے سے اس کا شوق اور حرص بڑھے گا اور تمام تعلقات کو بالائے طاق رکھ کر تمام تکالیف کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہوئے ان کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس طرح شیطان ہر برائی کے لیے حیلہ سازی کرتا ہے۔ پہلے برائی کو حسین خوبصورت اور جاذب نظر بنا کر پیش کرتا ہے۔ پھر اس کے چھاڑتے کہتے ہیں کہ یہ کام نہ کر، یہ کام برا ہے، اس کا نتیجہ خراب ہے۔ اس طرح ان شیطانوں نے بھی لوگوں کو ایک طرف جادو کے فوائد اور کمائی دکھائی اور ظاہر کیا کہ کیسے لوگ ہمارے پیچھے آتے ہیں اور محتاج بنتے ہیں اور نذرانہ اور انعام دیتے ہیں، دوسری طرف ان کو زیادہ حرص دلانے کے لیے کہنے لگے کہ یہ فتنہ ہے، برا کام ہے، کفر ہے، تو اس کے نزدیک مت جا وغیرہ۔

رابعاً: شیطان ہمیشہ اس طرح برائیاں کرواتا ہے اور ان سے بیزار بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

''ان کی مثال شیطان جیسی ہے کہ انسان کو کہتا ہے کہ کفر کر پس جب وہ کفر کرتا ہے تو وہ انسان سے کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری الذمہ ہوں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں''۔ [1]

اگر واقعی وہ اللہ سے ڈرتا تھا اور کفر سے بیزار تھا تو پھر ایسی تعلیم کیوں دیا کرتا تھا؟ اس طرح اس کے چیلے بھی کرتے ہیں۔

خامساً: لفظ فِتْنَةٌ سے خواہ مخواہ ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ ہم آزمائش کے لیے آئے ہیں وغیرہ (جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے) بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کام (جادو) ایک بہت بڑا امتحان اور محنت طلب ہے۔ معلوم نہیں کون اس میں کامیاب ہوگا اور کون ناکام ہوگا۔ اس لئے تم کفر میں نہ پڑو، معلوم نہیں کہ تم اس میں کامیاب ہوسکو یا نہ ہوسکو۔ شیطانوں کے قول سے یہ ہی مراد ہوسکتی ہے۔

سادساً: باوجود اس سمجھا دینے کے کہ یہ فتنہ ہے، کفر یہ کام ہے، تُو اس کے قریب نہ جا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر آخر وہ ان کو یہ علم کیوں سکھاتے تھے؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا یہ کہنا حقانیت پر مبنی نہیں تھا۔

سابعاً: فتنہ ہدایت اور ضلالت دونوں معناؤں کو متضمن ہے، جیسے فرمایا:

اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۗ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِىْ مَنْ تَشَآءُ ۗ

''یہ تیری ایک آزمائش تھی جس سے تو جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے''۔ [2]

---

[1] سورۃ الحشر۔ آیت: ۱۶ [2] سورۃ الاعراف۔ آیت: ۱۵۵

ثابت ہوا کہ فتنہ سے ہدایت بھی مراد ہوتی ہے اور گمراہی بھی۔

جہنم کے داروغوں کے بارے میں فرمایا کہ:

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا

''ہم نے جہنم کا محافظ فرشتوں کو ہی بنایا ہے۔ اوران کی تعداد کو کافروں کے لئے آزمائش بنادیا ہے تاکہ اہل کتاب کو یقین آجائے اور ایمانداروں کا ایمان زیادہ ہو''۔ [1]

یعنی ان میں سے بعض کی گمراہی بڑھی تو بعض کا ایمان بڑھا۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ

''اور اگر لوگ سیدھی راہ پر قائم رہتے تو ہم انہیں بافراط پانی سے سیراب کرتے۔ تاکہ اس نعمت سے ان کی آزمائش کریں''۔ [2]

یعنی نعمت بھی آزمائش اور فتنہ ہے۔ کوئی اس کی وجہ سے زیادہ شکر گذار بنے گا اور عملِ صالح کی طرف قدم بڑھائے گا تو کوئی بالکل مغرور بن کر نافرمان بنے گا۔ بایں طور یہاں بھی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کہا ہم آپ کے لئے فتنہ ہیں، پھر جو شوقین (حریص) تھے، وہ سمجھنے لگے کہ اس میں ہمارا فائدہ ہے، اگر ہم اس آزمائش میں کامیاب ہوگئے تو بڑی کمائی کے مالک ہوجائیں گے۔

الغرض اس آیت سے ان کا استدلال لینا درست نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان کو عام جادوگروں کی طرز پر پہلے حرص دلانے کی خاطر ان کو روکتے اور اس علم کی برائی

[1] سورۃ المدثر۔ آیت:۳۱ [2] سورۃ الجن۔ آیت:۱۶ تا ۱۷

ظاہر کرتے اور اس کے بُرے نتیجے سے خبردار کرتے تھے۔ جب ان کا اشتیاق بڑھ جاتا اور ارادہ پختہ ہو جاتا، تب ان کو سکھاتے تھے۔ بلکہ ان ساری وجوہات سے قطع نظر اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ وہ واقعی ان سیکھنے والوں کو روکتے تھے۔ پھر بھی اس کی وجہ موجود ہے، جیسا کہ اس جادو کے اندر کمائی کا راستہ تھا اور لوگوں کو تابع و مسخر کرنے کا بڑا حیلہ موجود تھا۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ ان کو اس لیے روکتے تھے کہ یہ کمائی کا ذریعہ ہم تک محدود رہے اور دوسرا کوئی سیکھ کر ہمارے مقابلہ میں عزت حاصل نہ کر سکے۔ ہوسکتا ہے اس خدشہ نے ہی ان کو یہ کہنے پر مجبور کیا ہو، مگر چونکہ وہ تو دین کے مقابلہ میں کفر پھیلانے پر کمر بستہ تھے۔ اس لئے سمجھانے کے باوجود کوئی رکتا نہیں تھا، اس کو سکھاتے تھے۔ لیکن اس قسم کی نسبت فرشتوں کی طرف کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ نہ ان کی شان کے لائق ہے نہ انبیاء علیہم السلام کے اور نہ اللہ جل شانہ کے شایان شان ہے۔ وباللہ التوفیق۔

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

اس کے بارے میں اوپر بیان ہو چکا کہ اس میں بھی ان کا مقصد زیادہ شوق وتحریص دلانا تھا۔ امام ازہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اِجْمَاعُ مَعْنَى الْفِتْنَةِ الْاِبْتَلَاءُ وَالْاِمْتِحَانُ وَالْاِخْتِبَارُ وَاَصْلُهَا مَأْخُوْذٌ مِنْ قَوْلِكَ فِتْنَةُ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ اِذَا اَذَبْتَهُمَا بِالنَّارِ لِتَمِيْزَ الرَّدِیْءِ مِنَ الْجَيِّدِ.

”فتنہ کی جو معنا ئیں ہیں، ان کا مجموعہ یہ ہے کہ آزمائش امتحان اور خبر لینا اصل اس کا یہاں سے اخذ کیا گیا ہے کہ جب چاندی اور سونے کو آگ میں پگھلایا جاتا ہے اس لیے کہ اچھے اور برے کو معلوم کرے“۔

اس وقت یہ کہا جاتا ہے:

فِتْنَةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

''میں نے چاندی اور سونے کو آزمایا، پرکھا''؟؟

نیز الفتن بمعنیٰ الاحراق (جلانا)

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ﴿١٣﴾

''ہاں یہ وہ دن ہے کہ یہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے۔'' [1]

اَیْ یُحَرَّقُوْنَ بِالنَّارِ.

''یعنی آگ میں جلائے جائیں گے''۔

اسی طرح سنارے کو فتان کہا جاتا ہے۔ نیز شیطان کو بھی کہا جاتا ہے کہ وہ طرح طرح کی آگ جلا کر کئی فتنے کر دیتا ہے۔

امام ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ:

اَلْفِتْنَةُ الْإِخْتِبَارُ وَالْفِتْنَةُ الْمُحْنَةُ وَالْفِتْنَةُ الْمَالِ وَالْفِتْنَةُ الْاَوْلَادِ وَالْفِتْنَةُ اِخْتِلَافُ النَّاسِ بِالْآرَاءِ وَالْفِتْنَةُ الْاَحْرَاقُ بِالنَّارِ. وَقِيْلَ الْفِتْنَةُ فِيْ تَأْوِيْلِ الظُّلْمِ.

''لفظ فتنہ ان سب معناؤں میں مستعمل ہے۔ نیز تاویل اور تفسیر میں ناانصافی کرنے کو بھی فتنہ کیا گیا ہے''۔

یہاں یہ معنیٰ ہے کہ:

نَحْنُ اِبْتِلَاءٌ كُمْ وَاِخْتِبَارٌ لَكُمْ.

''ہم تمہارے لیے آزمائش وامتحان ہیں''۔

---

[1] سورۃ الذاریات۔ آیت: ۱۳

اسی طرح قبر کے سوال اور دجال کو فتنہ کہا گیا ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے:

وَلَقَدْ اُوحِيَ اِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ فِتْنَةِ الدَّجَّال [1]

''مجھے وحی کے ذریعہ بتلایا گیا ہے کہ تم پر قبروں میں دجال کے فتنہ جیسی آزمائش آئے گی''۔

نیز مشکوٰۃ (ص ۸۷) میں بحوالہ مسلم، حدیث ہے کہ:

اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ: مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ مَسِيْحِ الدَّجَّالِ. [2]

''آخری تشہد میں التحیات کے بعد اللہ سے چار چیزوں کی پناہ طلب کیا کرو:

۱- جہنم کے عذاب سے

۲- قبر کے عذاب سے

۳- حیاتی اور موت کے فتنہ اور آزمائش سے

۴- دجال کے فتنہ سے [3]

فَلَا تَكْفُرْ:

سحر کے کفر ہونے کی یہ دوسری دلیل ہے۔ فتح البیان (۱:۱۹۵) اور الاکلیل (ص:۱۷) میں بھی اس طرح مذکور ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الکسوف، باب صلاۃ النساء مع الرجال فی الکسوف (۱۰۵۳)

[2] صحیح مسلم۔ کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب ما یستعاذ منہ فی الصلاۃ (۱۳۲۶)

[3] لسان العرب ۱۳:۳۱۷ تا ۳۲۰ مع التشریح

تعویذات کے چند نمونے

مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ

اس قسم کے ٹونے ٹوٹکے عام مولوی اور باوے کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے تو تعویذ اور گنڈوں پر کتب بھی لکھی ہیں۔ جن میں کئی ایسے طریقے ہیں جن کو بعض مرد اور عورتیں استعمال کر کے لوگوں کا دین و دنیا لوٹ رہے ہیں۔ اس میں آیاتِ قرآنیہ، الاسماء الحسنٰی، نیز شیطانوں اور جنات کے نام بھی لکھتے ہیں۔ چنانچہ **سحر الھنود** مصنفہ مشتاق احمد ص:۷ میں ہے:

اللہ	[illegible]	اللہ
اللہ		اللہ

عداوت کے لیے یہ نقش جمعرات کو آفتاب نہ نکلنے پائے اس وقت لکھے اور جس مٹکے میں وہ دونوں پانی پیتے ہوں، ڈال دے، فوراً جدائی ہوگی۔

دیگر یہ تعویذ جو کی روٹی پر لکھ کر گڑ ملا کر کالی کتی کو کھلا دے، جلد جلد ائی ہو، وہ یہ ہے:

عف		وعید	ملح	حاس
بصال	سلیم	ودعج	اعنا	مارالھما

ان کے علاوہ اور بھی تعویذات ہیں، مگر ان پر غور کریں کہ فی نفسہٖ اگرچہ یہ کام خود برا، بڑا گناہ موجب قہرِ خداوندی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں کئی خرابیاں بھی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ جو کہ خود مہربان، رحم والا، بندوں کے درمیان اتفاق واتحاد کو پسند کرنے والا ہے، اس کے مبارک نام کو ایسے قبیح کام یعنی میاں بیوی یا کسی بھی دو آدمیوں کے درمیان تفریق ڈالنے جیسے عظیم فتنہ کے لئے استعمال کرنا اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہوگا؟؟

(۲) اللہ کے نام کو سیدھا، پھر الٹا لکھنا، یہ اس کے نام کی بے حرمتی ہے۔

(۳) دوسرے کئی ایسے الفاظ جن کی نہ معانی معلوم ہے نہ مفہوم، نہ معلوم شیطانوں کے نام ہیں یا کفریہ کلمات ہیں۔

مولوی عبدالعزیز پرہیاڑوی ملتانی لکھتے ہیں:

قَالَ الْمَشَائِخُ كُلُّ آيَةٍ فِيهَا لَفْظُ الرِّزْقِ فَهِيَ لِسَعَةِ الرِّزْقِ وَكُلُّ آيَةٍ فِيهَا لَفْظُ الْفَتْحِ فَهِيَ لِفَتْحِ الْأُمُورِ كَذَالِكَ آيَاتُ الْبُغْضِ وَالْفِرَاقِ وَآيَاتِ الْمُحَبَّةِ وَقِسْ عَلَيْهِ. [1]

"جن آیتوں میں رزق کا لفظ ہے، ان کو رزق میں کشادگی کے لئے، جن آیتوں میں فتح کا لفظ آیا ہے ان کو سارے معاملوں میں فتح کے لئے، جن آیتوں میں بغض اور فراق (جدائی) کا لفظ ہے تو ان کو دو آدمیوں کے درمیان تفریق ڈالنے کے لئے اور محبت کے لفظ والی آیتوں کو محبت وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے"۔

اولاً: یہ ہے ان کے ہاں قرآن کریم کے استعمال کا طریقہ!!

ثانیاً: اللہ کی آیتوں کو بے جا کام کے لئے استعمال کرنا، مسلمانوں کا کام نہیں۔

[1] السر المکتوم مما اخفاہ المتقدمون: ۳۹

ثالثاً: جہاں جہاں بغض اور فراق کی آیات ہیں، وہ یا تو یہودیوں کیلئے ہیں یا نصرانیوں کیلئے ہیں۔ یہ تو عذاب ہے اور یہ لوگ عذاب کو اپنا مطلب سمجھتے ہیں۔

رابعاً: کچھ آیات میں یہودیوں کا حسد اور بغض نقل کر کے ان کی مذمت کی گئی ہے اور یہ لوگ اس فعل کو قابلِ مدح سمجھ کر اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں کہ:

یُکَرِّرُ حُرُوْفُ التَّهَجِّیْ اِحْدٰی وَّسَبْعِیْنَ مَرَّةً بِنِیَّةِ الْحُبِّ عَلَی التَّوَالِیْ وَبِنِیَّةِ الْبُغْضِ عَلٰی خِلَافِ التَّوَالِیْ.

"کچھ آدمیوں میں آپس میں محبت ڈالنے کی نیت سے حروف تہجی (الف۔ب) کو اکہتر مرتبہ ترتیب وار پڑھے اور جدائی کرنے یا دشمنی ڈالنے کے لیے ان کو اُلٹ کر کے پڑھے"۔

یہ وہ حروف ہیں جو کہ اللہ کے کلام میں استعمال شدہ ہیں۔ کیا ہی خوب ان (حروف) کی عزت کی جاتی ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

"تفریق کے لیے"۔

وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ [1]

خاصیت: اگر دو آدمیوں میں تفریق وعداوت ڈالنا چاہے تو اس آیت کو بھوج پتہ پر لکھ کر اس کے نیچے یہ نقش لکھے اور اس نقش کے نیچے یہ عبارت لکھے کہ درمیان فلاں فلاں کے تفریق واقع ہووے۔ فلاں کی جگہ دونوں کا نام لکھے اور تعویذ بنا کر درمیان دو پرانی قبروں کے دفن کر دے، مگر ناحق کیلئے نہ کرے ورنہ گنہگار ہوگا۔

---

[1] المائدہ:۶۴

اللّٰہ اللّٰہ
سحر
اللّٰہ اللّٰہ

اب غور کریں کہ جس کو حکیم الامت کہتے ہیں، اس کی یہ تعلیم ہے۔ اللہ کے کلام مقدس کو ایسے بیہودہ کاموں کے لئے استعمال کرنا کونسی شریعت میں جائز ہے؟

اولاً: جو نقش بنایا گیا ہے، اس میں اللہ کے ناموں کے ساتھ دوسرا پتہ نہیں کیا کچھ لکھا گیا ہے۔ پھر یہ نصیحت کہ ناحق کے لیے نہ کرے یہ بھی عجیب ہے! کیونکہ اکثر ایسے کام ہوتے ہی ناحق کے لیے ہیں۔

ثانیاً: جب راستہ مل گیا تو ناحق والے بھی اس کو استعمال کریں گے اور اس سے رہنمائی لیں گے۔ اگر ایسا دروازہ نہ کھلتا تو ناحق والوں کو کیوں ایسا فائدہ ملتا۔ بہرحال ایسا آدمی جو اس قسم کا راستہ بنائے قیامت کے دن خود ہی جوابدار ہوگا۔

آگے لکھتے ہیں کہ:

''تفریق ناجائز اجتماع، وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ سے الْمُفْسِدِيْنَ تک جب کوئی مجمع، کسی ناجائز غرض پر متفق ہو جائے اور ان میں تفریق منظور ہو تو ان میں جو سب سے بڑی عمر کا آدمی ہو اور جو سب سے چھوٹی عمر کا آدمی ہو، ان دونوں کے تھوڑے تھوڑے بال لیکر ان کو آگ میں خاکستر کرلو۔ پھر یہ آیتیں کسی بڑے پاک برتن میں لکھ کر اور اس کو برگ حرمل کے عرق سے دھو کر وہ پانی اور راکھ اس مقام میں ڈال دو۔ انشاء اللہ پھر ہرگز ہرگز ان میں اجتماع نہ ہوگا۔[1]

معزز قارئین کرام! غور کریں کہ یہ حکم قرآنی یہودیوں کے لئے ہے۔

---

[1] اعمال قرآنی ص: ۵۶

یہاں مسلمانوں کے لئے استعمال ہو رہا ہے! چھوٹی اور بڑی عمر والوں کے بال حاصل کرنا وغیرہ یہ سب کام باووں اور عاملوں کے ہوتے ہیں۔

نیز کتاب نقش سلیمانی جو کہ عاملوں کا خاص ہتھیار اور کمائی کا حیلہ ہے، اس میں سے کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ص:۵٦ پر ہے کہ:

'مولانا محمد اصغر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سات کنکریاں نمک سانھر کی لے کر ایک کنکری پر اس آیت شریف کو بمعہ بسم اللہ پڑھے اور پھر آگ میں ڈالدے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۔

جو کوئی چاہے دو شخصوں کے درمیان عداوت ہو تو یہ آیت وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ بعد ہر نماز کے ستر بار پڑھے اور بعد ہر دھائی کے نام اس شخص کا لے۔[1]

ظالموں کو خدا کا خوف نہیں کہ اپنے ناجائز اور بیہودہ کاموں میں اللہ کی پاک کتاب کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر قرآن کی بیحرمتی اور کون سی ہوگی؟ بلکہ اس طرح سے قرآن کے آنے کا مقصد بھی فوت ہوگیا۔ کیونکہ قرآن اس لیے آیا ہے کہ اس کو پڑھا اور سمجھا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۲۹

"یہ کتاب ہم نے تیری طرف نازل کی جو کہ بابرکت ہے تا کہ وہ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور تا کہ عقل مند لوگ نصیحت حاصل کریں"۔[2]

---

[1] نقش سلیمانی، اردو مطبوعہ کتب خانہ شان اسلام لاہور ص ۱۴۱ [2] سورۃ ص۔: آیت: ۲۹

مگر شیطانوں نے اس سے لوگوں کا توجہ ہٹا کر اس طرف لگایا تا کہ ہدایت والی کتاب میں سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے اور زیادہ گمراہ ہوں، جیسے فرمایا:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيرًا [1]

''کتنوں کو اس سے گمراہی ملتی ہے اور کئی اسکی وجہ سے ہدایت پاتے ہیں۔''

قرآن کریم پڑھ کر پھر گمراہ ہونا، اس کی سب سے بڑی صورت یہی ہے۔

ص:۵۹ میں لکھتے ہیں کہ:

اگر کوئی شخص چاہے کہ درمیان دو شخصوں کے جدائی پیدا ہو تو چالیس روز تک ایک سنگریزہ سفید پر ایک بار سورۃ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الخ پڑھ کر دم کرے اور سنگریزہ مذکورہ کو اس کے گھر میں ڈالے جدائی ہو جائے گی۔ [2]

اولاً: جو کتاب، اللہ کی طرف سے جوڑنے اور ملانے کے لیے آئے اور اتحاد و اتفاق کا سبق دے، اس کتاب کو آپس میں بڑھانے لڑانے اور متحد لوگوں میں تفریق ڈالنے کے لئے استعمال کیا جائے، قرآن کے ساتھ انتہائی ناجائز حرکت ہے اور جس کتاب کے ساتھ ایسے ناحق، جورُ وستم ہوتے ہوں ایسی کتاب کو رحمت و ہدایت والا کیسے کہا جائے گا؟

ان ظالموں نے یہ تمام طریقے اس لئے نکالے ہیں تا کہ قرآن کی عظمت اور محبت دلوں سے کم ہو جائے۔ نَسْئَلُ اللّٰهَ الْعِصْمَةَ۔

اسی صفحہ پر لکھتا ہے کہ:

واسطے عداوت کے یہ ختم مجرب ہے۔ بعض بزرگوں نے فقیر مؤلف کو

---

[1] سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۶ [2] نقش سلیمانی اردو: ۴۹ مطبوعہ لاہور

اجازت دی ہے کہ سورۃ یٰسٓ کو اس طرح سے پڑھے کہ اول اکتالیس بار سورۃ فاتحہ پڑھے، پھر یٰسٓ پڑھنا شروع کرے۔ جب لفظ مبین اول پر پہنچے تو بحق سورۃ یٰسٓ اور اس آیت کو پڑھے: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور پھر ہتھیلی زمین پر مارے اور نام اس کا لیوے اور تین بار آمین کہے، پھر ابتداء سے شروع کرے۔ اور جب دوسری مبین پر پہنچے تو موافق پہلے کے کرے۔ یہاں تک کہ سورۃ مذکورہ تمام کرے اور آخر اس عمل کے یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْقَاهِرِيْنَ عَلٰى اَعْدَآءِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (ایضاً)

مہربان قارئین کرام! انصاف فرمائیں کہ اس قسم کے ظلم کے کام بزرگوں کے کام ہیں یا شیطانوں کے؟

ثانیاً: سورۃ یٰسٓ کے لفظ مبین کے متعلق جو عمل لکھا گیا ہے وہ تو سراسر بدعت ہے۔ شریعت میں اس کا کوئی وجود نہیں، مطلب کہ ان کے کام شرک و بدعت کا مجموعہ ہیں۔ غرض یہ کہ ان کے چند مثال بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں ورنہ ان کی ایسی شرارتیں بہت ہیں اور کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ایسی باتوں پر عذاب کرتا ہے۔

ملاں کی بیٹی اور تعویذ کا کرشمہ

چنانچہ علامہ عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

اَخْبَرَنِیْ رَجُلٌ ثِقَةٌ بِحِكَايَةٍ تَتَعَلَّقُ بِالْمَوْضُوْعِ وَهِيَ اَنَّ رُجُلاً مِنْ اَئِمَّةِ الْمَسَاجِدِ مِنْ اِحْدَى الْقُرٰى، كَانَ لَهُ

مَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِعَمَلِ التَّمَائِمِ وَالتِّوَلَةِ لِلْمَحَبَّةِ وَالْقَبُوْلِ وَكَانَ الْعُشَّاقُ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِهٖ فِيْ اَغْرَاضِهِمْ وَيُدْفِعُوْنَ لَهٗ نُقُوْدًا كَثِيْرَةً جِدًّا وَكَانَ بِعَمَلِهٖ هٰذَا اَذّٰى خَلْقًا كَثِيْرِيْنَ فَاَرَادَ بَعْضُهُمْ اَنْ يَّنْتَقِمَ مِنْهُ وَيُجَازِيْهِ جَزَاءً وِفَاقًا فَجَاءَ اِلَيْهِ رَجُلٌ وَتَبَاكٰى بَيْنَ يَدَيْهِ بُكَاءً مَرًّا اِلٰى اَنْ لَانَ قَلْبُهٗ عَلَيْهِ فَسَأَلَهٗ عَنْ سَبَبِ بُكَائِهٖ هٰذَا الْبُكَاءِ فَقَالَ يَا سَيِّدِيْ اِنِّيْ عَاشِقٌ وَلَهَانٌ وَمَيِّتٌ فِيْ حُبِّ اِمْرَأَةٍ وَلٰكِنْ لَّا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَبُوْحَ بِاسْمِهَا اِحْتِرَامًا لَكَ وَتَاَدُّبًا مَعَكَ فَاَرْجُوْا اِنْ تُعِيْنَنِيْ عَلٰى قَضَاءِ حَاجَتِيْ وَدَفَعَ لَهٗ مَبْلَغًا جَسِيْمًا فَقَالَ لَهُ الشَّيْخُ لَابَأْسَ. ثُمَّ قَالَ الرَّجُلُ لِلشَّيْخِ يَا سَيِّدِيْ صَارِفْ اِسْمِهَا اِسْمُ بِنْتِكَ وَاِسْمُ اَبِيْهَا اِسْمُ حَضْرَتِكَ صَدَفَةً فَانْخَدَعَ الشَّيْخُ بِكَلَامِ ذَالِكَ الرَّجُلِ، وَكَتَبَ لَهٗ تَمِيْمَةً فَمَا رَاٰى ذٰلِكَ الْاِمَامُ الْاِبْنَتَهٗ فِيْ بَيْتِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ فَعَلِمَ بَعْدَ ذَالِكَ بِحِيْلَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَرَادَ اَنْ يُّجَازِيْهِ رَبُّهٗ عَلٰى عَمَلِ الشَّنِيْعِ بِمِثْلِهٖ فَتَابَ تَوْبَةً نَصُوْحًا وَلَمْ يَعُدْ اِلٰى عَمَلِهٖ بَعْدَهٗ اَبَدًا. [1]

''ایک معتبر آدمی نے مجھے اس موضوع کے بارے میں ایک واقعہ سنایا کہ کسی گاؤں کی مسجد کا پیش امام تعویذ اور گنڈے کے بارے میں مشہور تھا۔ خاص طور پر محبت و عشق کے بارے میں اس کو تعویذات کے متعلق بڑی مہارت حاصل تھی۔ اس لئے کتنے ہی عاشق لوگ اس کے پاس اپنی مرادیں پوری

[1] تفسیر الہام الرحمٰن ۱۵۲۔۱۵۳

کروانے کے لئے آتے اور اس کو زرکثیر اور نذرانہ دیتے تھے اور اس کے ان عملیات کی وجہ سے لوگوں کو تکالیف اور نقصان پہنچے۔ ایک شخص نے ارادہ کیا کہ اس سے انتقام لے اور اس کو اپنے کرتوتوں کا بدلہ ملے۔ پھر وہ شخص اس کے پاس آیا اور بہت رونے لگا، یہاں تک کہ اس مولوی کو اس پر رحم آگیا اور اس سے اس کی حقیقت پوچھی، اس آدمی نے جواب دیا کہ حضرت جی! میں عاشق اور پریشان ہوں اور کسی عورت کی محبت میں مر رہا ہوں، مگر اس کا نام آپ کے ادب واحترام کی وجہ سے نہیں لیتا۔ مجھے امید ہے کہ اس مشکل کے حل کرنے میں آپ میری اعانت کریں گے اور بڑی رقم بطور نذرانہ کے اس کو پیش کی۔ ملاں نے کہا مت گھبراؤ۔ کوئی حرج نہیں تم بات کرو۔ کہا کہ حضرت اس کا نام جناب کی بیٹی والا اور اس کے والد کا نام حضرت کے ہم نام ہے۔ ملاں اس کے دھوکہ میں آ گیا اور اس کو محبت کا تعویذ لکھ کر دے دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد ملاں کو خبر لگی کہ اس کی بیٹی کا تعلق اس آدمی کے ساتھ ہو گیا ہے اور اپنی بیٹی کو اس آدمی کے گھر میں دیکھا۔ پھر سمجھا کہ یہ محض حیلہ تھا، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے فعل بد کا بدلہ دیا ہے۔ جس پر اس نے خلوصِ دل سے توبہ کی اور ہمیشہ کے لئے کبھی ایسا کام نہ کیا"۔

قارئین کرام! اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور برے انتقام و انجام سے پہلے ایسے کاموں سے توبہ کرلیں۔

نفع ونقصان کا مالک اللہ ہی ہے

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

"اللہ کے حکم کے سوا کسی چیز سے نقصان نہیں پہنچ سکتا"

"بِهٖ" کا ضمیر سحر کی طرف لوٹتا ہے اور "ضَآرِّيْنَ" سے مراد یہودی یا خود وہ

شیطان، جو جادو سکھاتے تھے، ہو سکتے ہیں۔ "مِنْ اَحَدٍ" میں "من" زائد ہے اَیْ مَاهُمْ بِضَآرِّيْنَ اَحَدًا۔ یعنی وہ کسی ایک کو بھی نقصان پہنچانے والے نہیں ہیں۔[1]

اس میں دراصل ایمانداروں کے لئے تسلی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ پر ہی بھروسہ رکھیں۔ روح المعانی میں ہے کہ:

وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ فِيْهِ ضَرَرًا مَوْدَعًا اِذَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَالَ بَيْنِهٖ وَبَيْنَهٗ وَاِذَا شَآءَ خَلَاهُ وَمَا اَوْدَعَهٗ فِيْهِ وَهٰذَا مَذْهَبُ السَّلَفِ فِيْ سَائِرِ الْاَسْبَابِ وَالْمُسَبِّبَاتِ

"اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر نقصان دہ چیز میں نقصان اللہ نے ہی رکھا ہے، پھر جب چاہے گا وہ نقصان پہنچے گا اور اگر نہیں چاہے گا تو نقصان کو پہنچنے نہیں دے گا اور یہی مذہب اور طریقہ سلف صالحین کا ہے"۔[2]

سلف صالحین کے اقوال

سلف صالحین سے اس بارے میں یہ اقوال منقول ہیں:

سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اِلَّا بِقَضَاءِ اللّٰهِ" "اللہ کے فیصلہ کے سوا نقصان نہیں دے سکتے"۔

امام محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

اِلَّا بِتَخْلِيَةِ اللّٰهِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَا اَرَادَ

"صرف اس صورت میں نقصان دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نہ روکے۔"

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] قرطبی ۴۹:۲ [2] تفسیر روح المعانی ۳۱۰:۱

مَنْ شَآءَ اللّٰہُ سَلَّطَھُمْ عَلَیْہِ وَمَنْ لَّمْ یَشَآءَ اللّٰہُ لَمْ یُسَلِّطْ وَلاَ یَسْتَطِیْعُوْنَ مِنْ اَحَدٍ اِلاَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ.

''اگر اللہ چاہے تو ان کا بس (زور) چلے گا، نہ چاہے تو نہیں چلے گا۔ اس کے حکم کے سوا وہ کسی کو نقصان نہیں دے سکتے''۔

نیز ایک روایت میں حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لاَ یَضُرُّ ھٰذَا السِّحْرُ اِلاَّ مَنْ دَخَلَ فِیْہِ

''یہ جادو اس کو نقصان دے گا جو اس میں ہاتھ ڈالے گا یا اس میں داخل ہوگا''۔[1]

بِاِذْنِ اللّٰہِ کا مطلب

اَلْاِذْنُ فِی الشَّیْءِ اِعْلاَمٌ بِاِجَازَتِہٖ وَالرُّخْصَۃُ فِیْہِ

''کسی چیز کے اندر اذن بمعنیٰ اس کی اجازت یا رخصت کے بارے میں بتانا''۔

جیسے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ

''اور (بتلایئے کہ) ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے، صرف اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔[2]

ای بارادتہٖ وامرہٖ یعنی اس کے ارادہ اور امر سے اور اَلْاِسْتِیْذَانُ معنیٰ اذن کا طلب کرنا، جیسے:

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

[1] تفسیر ابن کثیر ۱:۱۴۳ [2] سورۃ النساء۔ آیت: ۶۴

''آپ سے رخصت صرف وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔''[1]

وَغَيْرَهَا مِنَ الْآيَاتِ[2]

جادو سیکھنے کا مقصد نیک نہیں ہوتا

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

کیونکہ ان کا اس علم کے سیکھنے سے مقصد فتنہ پیدا کرنا، کچھ کو راضی کرنا تو کچھ کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے کام کی عاقبت ہمیشہ خراب ہوتی ہے۔

وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝

''اور جو کافر ہیں ان کا انجام جہنم ہے۔''[3]

ثانیاً: انسان جس قدر برے کام میں دلچسپی لے گا، اسی قدر نیکیوں سے دور ہوتا جائے گا، ایسا کوئی اور نقصان؟ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے حق میں فرمایا ہے:

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ

''ان دونوں کاموں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے''۔[4]

ثالثاً: اگرچہ ان کے لئے بظاہر کچھ فوائد بھی ہوں، مثلاً دنیا کی کمائی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا وغیرہ، مگر ان کا نتیجہ زیادہ برا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا (قمار بازی) کے متعلق ارشاد فرمایا:

---

[1] سورۃ التوبۃ۔ آیت: ۴۵ [2] المفردات ص: ۱۲

[3] سورۃ الرعد۔ آیت: ۳۵ [4] سورۃ الحج۔ آیت: ۱۳

فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا

''ان دونوں کاموں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں۔ مگر ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔''[1]

رابعاً: اگر چہ دنیا میں نفع ہی نفع سمجھا جائے۔ مگر یہ نفع اس دینی نقصان کے برابر نہیں جو اس کی وجہ سے درپیش آتا ہے۔

اصل الضر بمعنیٰ برا حال وہ یا تو فی نفسہٖ ہو جیسے کم علمی یا فضل وعزت کی کمی یا بدن میں ہو، جیسا کسی عضو کا نہ ہونا یا ناقص رہ جانا یا ظاہری حالت میں ہو، جیسے مفلسی یا حیثیت میں کم ہونا وغیرہ۔

ضَرَّهٗ ضَرًّا جَلَبَ اِلَيْهِ ضُرٌّ یعنی ''اس کو نقصان پہنچایا'' اور النفع جس چیز سے اچھائیوں (نیکیوں، خیر) کی طرف پہنچنے کی مدد لی جائے اور اس کے ذریعہ سے نیکی کی طرف پہنچا جاسکے۔ النفع خیر ہے اور الضر اس کی ضد ہے۔[2]

خَلَاقٍ کے معنی

تاج العروس میں ہے کہ:

وَالْخَلَاقُ كَسَحَابِ اَلْحَظُّ وَالنَّصِيْبُ الْوَافِرُ مِنَ الْخَيْرِ وَالصَّلَاحِ يُقَالُ لَا خَلَاقَ لَهٗ اَیْ لَا رَغْبَةَ لَهٗ فِی الْخَيْرِ وَلَا صَلَاحَ فِی الدِّيْنِ وَمِنْهُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ. وَكَذَا قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ اَیْ اِنْتَفِعُوْا بِهٖ وَفِی حَدِيْثِ اُبَیِّ اِنَّمَا تَاْكُلُ مِنْهُ بِخَلَاقِكَ اَیْ

[1] سورۃ البقرۃ۔ آیت: ۲۱۹
[2] المفردات للراغب ص: ۲۹۵ و ۵۲۲

بِحَظِّکَ وَنَصِیْبِکَ مِنَ الدِّیْنِ قَالَ لَهٗ ذَالِکَ فِی حَقِّ اِطْعَامٍ مِنْ أَقْرَأَهُ الْقُرْآنَ.[1]

''خلاق (خ کی زبر کے ساتھ) سحاب کے وزن پر بمعنی اچھائی اور بھلائی کا پورا حصہ اور جس آدمی کو نیکی کے لیے کوئی رغبت اور دین کے لئے کوئی صلاحیت نہیں ہوتی تو اس کے حق میں کہتے ہیں لَاخَلَاقَ لَهٗ یعنی لَا رَغْبَةَ لَهٗ۔ جیسے قرآن میں آیا ہے کہ

اُولٰٓئِکَ لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ

''تو ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں''۔[2]

فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِکُمْ

''انہوں نے اپنے مقدر کے مزے لوٹے''۔[3]

اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو قرآن پڑھایا۔ اس نے اسکو ایک کمان تحفہ کے طور پر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (کیوں) جہنم کی آگ گردن میں ڈالی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ: انہوں نے ایک کھانا تیار کیا، جس میں ہم شریک ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

اَمَّا مَا عُمِلَ لَکَ فَاِنَّمَا تَأْکُلُهٗ بِخَلَاقِکَ وَاَمَّا مَا عُمِلَ لِغَیْرِکَ فَحَضَرْتَهٗ فَاَکَلْتَ مِنْهُ فَلَا بَأْسَ بِهٖ.

''جو چیز خاص تیرے لئے بنائی گئی، گویا کہ تو نے (دنیا میں) اپنا حصہ کھالیا، باقی اگر کوئی چیز اس نے دوسروں کے لئے بنائی اور تو اتفاقاً وہاں پہنچا اور شریک ہوا، تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں''۔[4]

---

[1] تاج العروس ۶: ۳۲۷ [2] سورۃ آل عمران۔ آیت: ۷۷ [3] سورۃ التوبۃ۔ آیت: ۶۹
[4] مجمع الزوائد ۲: ۹۵، بحوالہ المعجم الاوسط للطبرانی

یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ بقول ہیثمی اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن سلیمان بن عمیر ہے جس کا کوئی پتہ نہیں کہ کون ہے یعنی مجہول ہے۔

یہاں بِخَلاقِکَ بمعنیٰ بِحَظِّکَ وَنَصِیبِکَ مِنَ الدِّیْنِ

یعنی ''دین میں جو تیرا حصہ تھا، وہ تم نے لے لیا۔''

خَلاقٍ کے بارے میں سلف کے اقوال

اس لفظ کی معانی میں سلف سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اس کی معنیٰ نصیب (حصہ) کرتا ہے۔[1]

اسی طرح ابن جریر مجاہدؒ، سدیؒ اور سفیان ثوریؒ سے نقل کرتا ہے اور قتادہ سے نقل کرتا ہے کہ:

قَالَ لَیْسَ لَهُ فِی الْاٰخِرَةِ حُجَّةٌ.

''اس آدمی کے لیے آخرت میں نجات کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوگی''۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتا ہے کہ:

لَیْسَ لَهُ دِیْنٌ یعنی ''ایسی حالت میں اس کا دین شمار نہیں کیا جائے گا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت لاتا ہے کہ:

القوام

''اس کے لئے کوئی ٹھہراؤ اور ٹکاؤ نہیں ہوگا''۔[2]

تفسیر ابن کثیر میں بحوالہ تفسیر عبدالرزاق، قتادہ سے منقول ہے کہ:

مَالَهُ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ جِهَةٍ عِنْدَ اللّٰهِ.

---

[1] ابن کثیر ۱:۱۴۳، تفسیر الدر المنثور ص ۱:۱۰۳ میں بحوالہ ابن ابی حاتم

[2] تفسیر ابن جریر طبری ۱:۴۶۵

"قیامت میں اس کے لئے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے لیے کوئی صورت نہ ہوگی"

اور ان ہی سے دوسرا قول یہ منقول ہے کہ وہ جملہ کی معنیٰ کے متعلق فرماتا ہے کہ:

وَلَقَدْ عَلِمَ اَهْلُ الْكِتَابِ فِيْمَا عَهِدَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ اَنَّ السَّاحِرَ لاَخَلاَقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ.

"اہل کتاب یہ بات جان چکے ہیں کہ جادوگر کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی کتابوں میں ان کو باور کرادیا ہے۔
راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ سب معانی ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔

ابن جریر کا فیصلہ

وَاَوْلٰى هٰذِهِ الْاَقْوَالُ بِالصَّوَابِ قَوْلُ مَنْ قَالَ مَعْنَى الْخَلاَقِ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ النَّصِيْبُ وَذَالِكَ اِنَّ ذٰلِكَ مَعْنَاهُ فِيْ كَلاَمِ الْعَرَبِ وَمِنْهُ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُؤَيِّدَنَّ اللّٰهُ هٰذَا الدِّيْنَ بِاَقْوَامٍ لَّاخَلاَقَ لَهُمْ يَعْنِي لاَ نَصِيْبَ لَهُمْ وَلاَ حَظَّ فِي الْاِسْلاَمِ وَالدِّيْنِ وَمِنْهُ قَوْلُ اُمَيَّةَ بْنِ الصَّلْتِ: يَدْعُوْنَ بِالْوَيْلِ فِيْهَا لاَخَلاَقَ لَهُمْ: اِلاَّ سَرَابِيْلَ مِنْ قَطِرٍ وَاَغْلاَلٍ يَعْنِي بِذٰلِكَ لاَ نَصِيْبَ لَهُمْ وَلاَ حَظَّ اِلاَّ السَّرَابِيْلَ وَالْاَغْلاَلَ فَكَذَالِكَ قَوْلُهٗ (مَالَهٗ فِيْ

الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ) مَالَهٗ فِي الدَّارِ الْاٰخِرَةِ حَظٌّ مِنَ الْجَنَّةِ مِنْ اَجَلِ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لَهٗ اِيْمَانٌ وَلَا دِيْنٌ وَلَا عَمَلٌ صَالِحٌ يُّجَازٰى بِهٖ فِي الْجَنَّةِ وَيُثَابُ عَلَيْهِ فَيَكُوْنُ لَهٗ حَظٌّ وَنَصِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَاِنَّمَا قَالَ جَلَّ ثَنَاءُهٗ (مَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ) فَوَصَفَهٗ بِاَنَّ لَا نَصِيْبَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَهُوَ يَعْنِيْ بِهٖ لَا نَصِيْبَ لَهٗ مِنْ جَزَاءٍ وَثَوَابٍ وَجَنَّةٍ دُوْنَ نَصِيْبِهٖ مِنَ النَّارِ اِذْ كَانَ قَدْ دَلَّ ذَمُّهٗ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ اَفْعَالَهُمْ الَّتِيْ نَفٰى مِنْ اَجْلِهَا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ نَصِيْبٌ عَلٰى مُرَادِهٖ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنَّهٗ اِنَّمَا يَعْنِيْ بِذٰلِكَ اِنَّهٗ لَا نَصِيْبَ لَهُمْ فِيْهَا مِنَ الْخَيْرَاتِ وَاَمَّا مِنَ الشُّرُوْرِ فَاِنَّ لَهُمْ فِيْهَا نَصِيْبًا۔" [1]

''ان سارے اقوال میں سب سے زیادہ بہتر قول اس کا ہے جس کی معنیٰ نصیب (حصہ) کی گئی ہے۔ کیونکہ کلامِ عرب میں یہی اس کا معنیٰ ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد ایسے لوگوں کے ذریعہ سے بھی کرتا ہے، جن کا اس دین میں کوئی حصہ نہیں ہوتا [2] اور جاہلیت کے مشہور شاعر امیہ بن ابی صلت نے بھی اپنے شعر کے اندر یہی معنیٰ کیے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ یہاں فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں بہشت میں سے کوئی حصہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے پاس نہ ایمان تھا، نہ دین، نہ عمل صالح کہ جس کی وجہ سے بہشت کے کسی حصہ کے حقدار بنیں۔ یہاں مراد جنت اور بھلائی سے حصہ ہے۔ برائی اور دوزخ کے حصہ کا انکار نہیں ہے، کیونکہ جب ان کے اعمال برے، علم و تعلیم بری، تو پھر ان کے لیے برا بدلہ تو لازمی ہے۔ اس لئے اس کا انکار نہیں ہے''۔

---

[1] تفسیر ابن جریر ۱:۴۶۶

[2] مجمع الزوائد ص ۵:۳۰۲ بحوالہ احمد والطبرانی من حدیث ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ

مَثُوبَۃٌ کی تفسیر

نیز ثواب بمعنیٰ جَزَاءُ الطَّاعَۃِ یعنی عبادت اوراطاعت کا نیک بدلہ[1] مَفْعَلَۃٌ کے وزن پر ہے۔جس کی وجہ سے اس سے بلندی شان اور پائیداری کی معنیٰ ظاہر ہوتی ہے۔ پھر مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ (اللہ کی طرف سے) فرما کراس کی شان میں اضافہ کیا گیا ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کمال صفتوں کا مالک ہے تو اس کی طرف سے عطا کردہ ثواب بھی بڑے کمال درجہ کا ہوگا۔ خاص طور پر دوبارہ لفظ ''خیر'' (اچھا) کہہ کراس کی شان میں اور بھی چار چاند لگا دیئے۔ جبکہ یہ مذکور نہیں کہ اس سے بھی زیادہ کوئی نیکی ہے، یعنی کہ یہ ثواب اپنی نظیر آپ ہے۔ نیز مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ کی صفت رسالت اوراس ثواب دونوں کے لیے بیان کی گئی ہے تا کہ اس سے اس کا شرف معلوم ہو اور سمجھا جائے کہ یہ ثواب اللہ کے علم، حکمت وقضا کے سبب بڑے اعلیٰ مقام والا ہے۔ اسی طرح علامہ حرالی نے کہا ہے اور یہ ثواب عام ہے خواہ دنیا میں حاصل ہو یا آخرت میں، کیونکہ اللہ کے بندے ان منتروں، جادو اور تعویذوں کے بجائے اللہ کو اس کے اسماء الحسنٰی کے ساتھ پکارتے ہیں۔ یعنی جس حاجت و ضرورت کی، جس نام سے مناسبت ہے، اس نام سے اس کو پکارتے ہیں جیسے سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت کی تفسیر میں الاسماء الحسنٰی کے بیان میں گذرا۔ نیز سورۃ فاتحہ، آیۃ الکرسی مسنون ذکر واذکار ودعائیں وغیرہ اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ جس سے وہ شیاطین اور جادوگروں کے شر اور دوسرے ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اوران کو ایسے باطل طریقہ کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ہے اور مسنون طریقہ سے ان

---

[1] الصحاح ۱:۹۵

کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ آخر میں تو: لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (اگر وہ جانتے ہوتے) فرما کر ظاہر کیا کہ جس علم پر یہ ناز کرتے ہیں وہ سراسر جہل ہے۔یعنی جس علم کے اندر دین و دنیا کی بھلائیاں ہوں اس کو چھوڑ کر ایسے علم کے پیچھے لگے جو ان کے لئے دنیا و آخرت کے خسران کا باعث ہے۔ ان کے ظاہری ٹونوں کے جو وقتی فائدے ہیں، ان سے قرآن پاک سے حاصل ہونے والے فوائد صدہا بار بہتر اور اعلیٰ ہیں۔

یہ تقریر نظم الدرر سے بمع تشریح نقل کی گئی ہے۔[1] الدر المنثور میں بحوالہ عبدالرزاق وابن جریر میں قتادہ سے مَثُوْبَةٌ کی معنیٰ ثواب مروی ہے۔[2] اسی طرح ابن جریر سدی، ربیع بن انس سے روایتیں لائے ہیں۔

خَيْرٌ کی تفسیر

شر کی ضد ہے یعنی جس کی طرف میلان اور رغبت ہو۔ جیسے عقل، عدل، فضل اور ہر نفعہ دینے والی چیز۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مطلق خیر جو ہر حالت میں اور ہر ایک کو پسندیدہ ہوتا ہے، جیسے مسلمانوں کے لئے بہشت۔

(۲) ایک خیر وہ ہے جو ایک کے لئے اچھا ہوتا ہے تو دوسروں کے لئے برا۔ جیسے مال جو کہ کچھ کے لئے فائدہ مند ہے تو کچھ کے لئے نقصاندہ۔[3]

---

۱ نظم الدرر ۲: ۸۳-۸۴

۲ الدر المنثور ۱: ۱۰۳، تفسیر ابن جریر ۱: ۳۶۸

۳ المفردات ص ۶۰-۱۵۹

سلیمانی انگوٹھی کی حقیقت

کئی صوفیوں اور عام آدمیوں کا خیال ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی یہ بادشاہی ایک انگوٹھی کے زور پر تھی، جیسے شیخ فریدالدین عطار پندنامہ میں کہتے ہیں:

با سلیمان داد ملک سروری
شد مطیع خاتمش دیو و پری

پھر کہتے ہیں کہ شیطان ان سے وہ انگوٹھی لے گیا، جس کی وجہ سے ان سے حکومت چلی گئی، پھر کتنا عرصہ ماہی گیروں کے ساتھ دھکے کھاتا رہا، آخر کار وہ انگوٹھی ہاتھ لگی، پھر وہ حکومت واپس ملی۔

یہ سارا قصہ جھوٹ، صریح ظلم اور اللہ کے ایک پاک نبی پر بہتان ہے اور یہودی سازش کا نتیجہ ہے، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ سلیمان علیہ السلام نبی نہیں بلکہ جادوگر تھے۔ جیسا کہ اوپر تفصیل کے ساتھ اس کی تردید گذری۔ بلکہ وہ اللہ کا برگزیدہ نبی تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ حکومت و بادشاہی عطا فرمائی تھی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ۝

کہا: ''میرے رب! مجھے معاف فرما اور مجھے ایسی حکومت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ بلاشبہ تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔ چنانچہ ہوا کو ہم نے ان کے تابع کر دیا جہاں آپ کو پہنچنا ہوتا وہ آپ کے حکم پر نرمی سے چلتی اور شیطان بھی مسخر کر دیے جو سب معمار و غوطہ خور تھے اور کچھ دوسرے زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری بخشش ہے۔ اب کسی پر احسان کرو یا اپنے پاس رکھو، کوئی حساب نہیں۔ بلاشبہ انہیں ہمارے یہاں قرب اور عمدہ مقام ہے''۔[1]

اس میں صاف واضح بیان ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت، ہوا کا تابع ہونا، جنات کا زیر دست رہنا اور اس کے حکم کے تابع رہنا۔ یہ سب اللہ کی عطا تھی، جس میں نہ کسی انگوٹھی کو دخل تھا نہ کسی چھلہ کو نہ کسی تعویذ دھاگے کا اثر تھا۔ بلکہ یہاں چند چیزیں قابل غور ہیں:

اولاً: کسی بھی نبی پر شیطان کا غلبہ نہیں چل سکتا۔

ثانیاً: انگوٹھی وغیرہ کی تاثیر جادوگروں اور شعبدہ بازوں کا کام ہوتا ہے، اللہ کے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان اس سے اعلیٰ و ارفع ہے۔

ثالثاً: یہ انگوٹھی ان کو اللہ کی طرف سے عطا کردہ تھی یا کسی اور جگہ سے حاصل کی تھی؟ پہلی صورت میں کون اس پر غالب آ سکتا ہے؟ یا کون ہے جو اس سے چھین سکے؟ اور اگر اللہ تعالیٰ نے خود چھینی تو کس جرم میں؟ حالانکہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام گناہوں اور خطاؤں سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں۔

رابعاً: یہ کہانی اور قصہ کسی مسلمان نے نہیں بلکہ کسی یہودی یا کسی کافر جو کہ اسلام کا سخت دشمن ہے، کی گھڑی ہوئی ہے۔

1۔ سورۃ ص۔ آیت: ۳۵ تا ۴۰

خامساً: اس کہانی کا یہ حصہ کہ اس سے کتنا عرصہ بادشاہی چھن گئی تھی، خود اس قصہ کو جھوٹا بنانے کے لئے کافی ہے۔ قرآن مجید میں سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی کا نقشہ یوں پیش کیا ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا
لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۗ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۗ
وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾
يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ
وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۗ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۗ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ
الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ
اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ
اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

''اور سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کیا۔ صبح کا چلنا ایک ماہ کی مسافت اور شام کا چلنا بھی ایک ماہ کی مسافت تک۔ نیز ہم نے ان کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور بعض جن اپنے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے کوئی ہمارے حکم کی سرتابی کرتا تو ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا ذائقہ چکھاتے۔ جو سلیمان چاہتے وہی جن ان کے لئے بناتے تھے۔ مثلاً: قلعے، مجسمے اور حوض جتنے بڑے لگن اور ایک جگہ جمی رہنے والی دیگیں۔ اے آل داؤد! شکر کے طور پر عمل کرو اور میرے بندوں میں سے کم ہی شکر گذار ہیں۔ پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا فیصلہ کیا تو جنوں کو گھن کے کیڑے کے سوا کسی چیز نے سلیمان کی موت کا پتہ نہ دیا، جوان

کے عصا کو کھائے جا رہا تھا۔ پھر جب وہ گر پڑے تو جنوں پر واضح ہوگیا۔ اگر وہ غیب (کا علم) جانتے تو ایسے ذلت کے عذاب میں نہ پڑے رہتے''[1]

ان آیات میں صاف بیان ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت اس کی وفات تک قائم رہی۔

یہ سراسر جھوٹ ہے کہ درمیان میں اس سے حکومت چھن گئی تھی۔ مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہیے اور اس قسم کے اسلام دشمنوں کے پھندوں اور جالوں اور مکروں میں آنے سے بچنا چاہیے اور اللہ کے برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں اس قسم کے کوئی بیہودہ اور گستاخانہ خیالات نہیں رکھنے چاہئیں۔

---

[1] سورۃ سبا: آیت ۱۲ تا ۱۴